جلد 17 شمارہ 6 ماہ جون 2015ء شعبان / رمضان 1436ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

﴿اس شمارے میں﴾

دل کی بات

رمضان المبارک کی آمد ہے۔تمام قارئین مجلّہ فلاحِ آدمیت کیلئے نیک خواہشات اور دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ مبارک مہینہ ہمیں بہترین انداز سے گزارنے کا سلیقہ اور توفیق دے۔آمین! ماہِ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی ہمارے اردگرد کے مذہبی ماحول میں کم وبیش ہر جماعت سارے مہینے کیلئے خاص عبادات، ذکر اذکار، نوافل، اور وظائف وغیرہ کا جامع شیڈول پیش کرتی ہے۔ یہ شیڈول عام حالات کی عبادات ومعمولات سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔اجتماعی پروگرام خواہ وہ نوافل کی صورت میں ہوں، دروسِ قرآن، دروس حدیث، یا کسی اور نوعیت کے ہوں، ان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔معاشرہ میں ہرطرف نیکی اور راست روّی کا ماحول ہوتا ہے۔اس ماحول کے مجموعی اثرات سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ ہم لوگوں کو یہ مہینہ کیسے گزارنا چاہیے؟ ہم مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیلئے ماہِ رمضان کے حوالے سے کیا احکامات ہیں؟

مِن جملہ تو اس سوال کا یہی جواب ہے کہ ہمیں ہمارے مرشد کی طرف سے بالکل کوئی الگ ہدایت یا حکم نہیں ہے۔رمضان المبارک میں ہفتہ وار حلقہ ذکر بھی بند کر دیا جاتا ہے۔ تمام عبادات نماز، روزہ، تراویح، مطالعہ قرآن پاک، اور دیگر اشغالِ ذکر معمولاتِ زندگی اور فرائضِ منصبی کے ساتھ کرنے ہوتے ہیں۔یہی بات ہمیں بانیٔ سلسلہؒ کی کتب، خطوط اور واقعاتِ زندگی سے ملتی ہے اور ایسا ہی بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی زندگی میں نظر آیا۔

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے رویتِ باری تعالیٰ کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا نصب العین قرار دے کر ساری تعلیم فقرِ محمدی ﷺ کے عین مطابق رکھی۔ آپؒ بارہا فرماتے رہے کہ میں نے کچھ نہیں چھپایا، سب کچھ لکھ دیا ہے۔اس پر عمل کرو۔جو ہمیں بتایا گیا ہے اس پر سمجھ کر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔رمضان المبارک اور سلسلہ کی تعلیمات کا تعلق ہم نے خود ہی جوڑنا ہے۔ہمارے مرشد قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی اسی تعلیم پر عمل کی

بات کرتے ہیں۔ اگر ہم رمضان المبارک میں کچھ خاص کرنے کا ارادہ کر ہی چکے ہیں تو ہمیں پوری قوت ارادی سے اپنے سلسلہ کی تعلیم کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے، جہاں کوئی کمی کوتاہی ہورہی ہے، اس پر نظر کرتے ہوئے، اس مبارک مہینے کی برکتوں سے مستفیض ہوتے ہوئے بہت آگے نکلنا چاہیے۔

رمضان المبارک میں اتنی دفعہ فلاں تسبیح پڑھو، اتنے نوافل پڑھو، اتنے زیادہ قرآن پاک کے ختم کرو، اتنی دفعہ فلاں فلاں سورۃ پڑھو۔۔۔۔ یہ جو باتیں ہیں، ان کے برعکس ہمارے بانئ سلسلہؒ نے تعلیم فرمایا کہ اتنا فائدہ گنتی میں زیادہ کرنے سے نہیں ہوتا جتنا فائدہ دھیان سے کرنے میں ہوتا ہے۔ ہر سانس جو اندر جائے یا باہر آئے تو اس کے ساتھ 'اللہ' کو یاد کرنا ہے، پورے دھیان، محبت، اور احساس کے ساتھ، جب بھی ہم کچھ نہ کر رہے ہوں تو یہ ذکر کریں، یہ ذکر 'پاس انفاس' ہے۔ اب ہم زبان سے ہی 'اللہ، اللہ' پڑھتے رہیں تو یہ ہمارے سمجھنے کا فرق ہے۔ شب و روز میں ایک مرتبہ پندرہ، بیس منٹ ذکر 'نفی اثبات' کرنا ہے، ہم اپنی سمجھ پر ہی اگر کلمہ طیبہ کا ورد کرکے اُٹھ جائیں، نہ ہم نفی کریں اور نہ ہی اثبات تو یہ بھی ہمارے سمجھنے کا فرق ہے۔ ہماری زندگی سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں تعلیم کردہ ذکر اذکار میں گزرتی جائے مگر ہمارا اخلاق جوں کا توں رہے، اور ہم اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کریں جو بانئ سلسلہؒ نے ان الفاظ میں بیان کی کہ 'ذکر وغیرہ کے ساتھ اگر تزکیہ اخلاق نہ کیا جائے تو نتیجہ بہت ہی خراب ہوتا ہے اور آدمی بجائے ولی الرحمان بننے کے ولی الشیطان بن جاتا ہے' تو اس میں ہماری ہی طرف سے کوتاہی ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے دیدار کی خواہش کو اپنے دل میں جگہ دی ہے تو رمضان کا یہ مبارک مہینہ ہماری اس پریم کہانی میں ایک سنہری باب کی طرح رقم ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعلیٰ ظرف اور کمالِ طلب سے نوازے۔ آمین یا ربّ العالمین!

ادارہ

فلاحِ آدمیت

درسِ حدیث : مومن کی شانِ صبر وشکر

(مولانا فضل الرحیم)

﴿عَنْ صهيب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قَا لَ قَالَ رَسُول اللّٰه ﷺ عجباً لا مر المؤمن ان امره کله خير و ليس ذالک لا حدِ الّا للموء من ان اصابتهُ سراء شكر فكان خيراً له و ان اصابتهُ ضراء صبر فكان خيراً له﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن بندہ کا معاملہ بھی عجیب ہے، ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اگر اسے خوشی اور راحت پہنچے تو وہ اپنے ربّ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لئے خیر ہی ہے''۔

اس دنیا میں دکھ اور رنج بھی ہے اور آرام و خوشی بھی، مٹھاس بھی ہے اور تلخی بھی، خوشگواری بھی ہے اور ناخوشگواری بھی، مومن کا ایمان ہے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور فیصلہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندوں کا یہ حال ہونا چاہیے کہ جب کوئی دکھ اور مصیبت پیش آئے تو مایوسی کا شکار ہونے یا غلط طریقے سے اظہارِ غم کرنے کی بجائے صبر سے کام لیں اور اس یقین کو دل میں تازہ رکھیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی دکھوں سے نجات دینے والا ہے اس طرح جب مومن خوشی و شادمانی کے دور سے گزر رہا ہو تو اس کو اپنا کمال اور اپنی قوتِ بازو کا نتیجہ نہ سمجھے بلکہ یہ ذہن میں رکھے کہ یہ اللہ کا فضل و کرم ہے وہ کسی بھی وقت نعمت چھین سکتا ہے اس لیے نعمت ملنے کا شکر ادا کیجئے۔

ان اسلامی ہدایات کا منطقی نتیجہ ایک طرف تو یہ نکلتا ہے کہ خوشی کی حالت میں بھی بندہ خدا سے وابستہ رہتا ہے اور دوسری طرف مصیبتوں اور ناکامیوں سے شکست نہیں کھاتا، مایوسی اور

دل شکستگی سے اس کی عملی قوتوں پر برا اثر نہیں پڑتا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن آدم! اگر تو نے ابتداء ہی سے صدمہ کو برداشت کیا اور میری رضا اور مجھ سے ثواب کی نیت کی تو میں راضی نہیں ہوں گا کہ جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب تجھے دیا جائے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہوا اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکایت کرے تو اللہ کا ذمہ ہے کہ وہ اسے بخش دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم نزع کے وقت آپ ﷺ کی گود میں تھے۔رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن عوف! یہ رحمت کے آنسو ہیں اس کے بعد پھر آنسو جاری ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل غمگین ہے اور ہم زبان سے کوئی بات نہیں کہتے مگر جس سے ہمارا ربّ راضی ہو''۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رخساروں کو پیٹے، گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکار پکار کر روئے''۔

معلوم ہوا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ صدمہ اور غم ملنے پر صبر کرے، زبان پر شکوہ نہ لائے۔ فطرت انسانی میں جذبہ رحم کی بناء پر آنسو نکل آئیں یہ صبر کے منافی نہیں۔لیکن غم کی حالت میں اظہار غم کے ایسے طریقے جو مومن کو شرعی حدود سے باہر لے جائیں کسی بھی طرح جائز نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں صدمہ اور مصیبت سے، غم اور رنج سے محفوظ فرمائے اور اس کی مشیت سے یہ غم و رنج پہنچ بھی جائیں تو ہمیں صبر پر ثابت قدم رکھ کر شرعی حدود سے تجاوز کرنے سے محفوظ فرمائے (آمین)

آدابِ زندگی (ملازمت کے آداب)

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

کسب معاش کا چوتھا طریقہ ملازمت ہے ۔ یہاں ہماری مراد شاگرد پیشہ ملازمین سے نہیں بلکہ بڑی بڑی فرموں، فیکٹریوں اور خصوصاً حکومت کے ملازمین سے ہے جن میں چپڑاسی اور پولیس کانسٹیبل سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ افسر تک سب ہی شامل ہیں۔کسب زر کے لحاظ سے یہ پیشہ باقی تمام ذریعوں سے بہت کم درجہ کا ہے، کیوں کہ جو لوگ ملازمت کرتے ہوئے رشوت وغیرہ نہیں لیتے اور دوسرے ناجائز ذرائع سے پیسہ نہیں کما سکتے وہ کبھی مالدار نہیں ہو سکتے ،لیکن جہاں تک قیام امن کے لئے ملکی انتظام اور عام خوشحالی کا تعلق ہے ،یہ پیشہ باقی تمام پیشوں سے کہیں اعلیٰ اور اہم ہے ۔جس ملک کے ملازم اچھے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ خوش حال اور طاقت ور رہتا ہے، لیکن جس ملک کے ملازم اچھے نہیں ہوتے وہ کمزور اور تباہ ہو جاتا ہے اور بسا اوقات دشمن اس پر قبضہ کر لیتے ہیں ۔اس وقت ان ملازمین کو عوام سے کہیں زیادہ ذلت اور رسوائی اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔اس لیے ملازم پیشہ لوگوں کو ہر وقت یاد رکھنا چاہئے کہ ملک کی خوشحالی کا انحصار ان کے کام پر ہے اور خود ان کی خوشحالی کا انحصار ملک کی ترقی اور آزادی پر ہے ۔

کسی ملک کا قانون کتنا ہی اچھا ہو ،اگر اس ملک کے وزراء اور حکام دیانت دار، محنتی اور فرض شناس نہ ہوں گے تو ملک کو فائدے کی بجائے ہمیشہ نقصان ہی پہنچے گا ۔قیام امن و انتظام کی خاص ذمہ داری اگر چہ پولیس،عدالتوں اور امور انتظامیہ کے انچارج افسروں ہی پر عائد ہوتی ہے ،لیکن دوسرے محکموں کے افسر بھی اس سے مستثنیٰ یا بری الذمہ قرار نہیں دیئے جا سکتے ۔اس لئے تمام حکام اور افسروں کو تین باتوں کی خاص طور پر پابندی کرنی چاہئے ۔اوّل یہ کہ اپنے فرائض منصبی کو دیانت، محنت، انصاف اور عجلت سے انجام دیں اور دیکھیں کہ ان کے ماتحت بھی اس بارے میں ان کی پوری تقلید کرتے ہیں یا نہیں ۔دوسرے یہ کہ اہل معاملہ کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے گفتگو کریں

اگر کوئی شخص مجرم ثابت بھی ہو جائے تب بھی افسران متعلقہ کو اس کے ساتھ بد کلامی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔تیسرے یہ کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہمیشہ خوش خلقی سے پیش آئیں اور اپنے رشتہ داروں یا خوشامدی ماتحتوں کی وجہ سے ان کا حق کبھی نہ ماریں اور ان کی ترقی میں روڑے نہ اٹکائیں، بلکہ ہمیشہ آگے بڑھانے کی کوشش کرتے رہیں۔جن ماتحتوں کے ساتھ دفتروں میں اچھا سلوک نہیں ہوتا وہ دل شکستہ ہو جاتے ہیں اور دفتر کا کام اطمینان اور خوش اسلوبی سے نہیں کر سکتے۔متمدن اقوام کے افسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔دفتروں میں وہ اپنا رویہ ایسا رکھتے ہیں کہ ڈسپلن اور کارگردگی پر اثر نہ پڑنے پائے،لیکن دفتر سے باہر نکل کر وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اس قدر بے تکلفی سے ملتے ہیں کہ افسری اور ماتحتی کا فرق ہی نہیں رہتا،اسی کا نام روشن خیالی اور تہذیب ہے۔ملازموں میں یہ باتیں ضرور ہونی چاہئیں۔

1۔ **قابلیت:**۔یعنی جو کام ان کے سپرد ہو اس میں خوب ماہر ہوں۔

2۔ **قوت برداشت:**۔کام زیادہ یا مشکل ہو تو گھبرا نہ جائیں،ختم کر کے ہی دم لیں۔

3۔ **خود اعتمادی:**۔ انہیں اپنے اوپر بھروسہ ہو کہ ہم یہ کام اچھی طرح کر سکتے ہیں۔

4۔ **احساس ذمہ داری:**۔کام کتنا ہی معمولی ہو اس کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں اور پوری ذمہ داری سے انجام دیں۔

5۔ **جدت:**۔کام کے سلسلہ میں اگر کوئی نئی بات پیش آجائے جس کی نہ تو کوئی مثال موجود ہو،نہ کوئی ہدایت کرنے والا تو خود اپنی عقل اور تجربہ سے مناسب طریقے سوچ کر اس کو انجام دے سکیں۔

6۔ **تعاون:**۔اپنے اور دوسرے دفتروں کے تمام اہل کاروں کے ساتھ مل کر کام کریں اور ہر شخص کو ہر قسم کی دفتری مدد اور معلومات بہم پہنچانے کو ہر وقت تیار رہیں تاکہ سب کے کام میں آسانیاں پیدا ہوں۔

7۔ **ضبط و نظم:**۔دفتر کے مقررہ قاعدوں اور طریقوں کی ہر لحاظ سے پوری پابندی کریں۔

8۔ **جذبہ خدمت و امداد:**۔ان کے دل و دماغ پر ہمیشہ یہ جذبہ غالب رہے کہ ہم عوام کے

حاکم نہیں بلکہ خادم ہیں اور اسی خدمت کی روزی کھاتے ہیں۔ اہل معاملہ کو ہر وقت ہر قسم کی سہولتیں اور مدد پہنچائیں۔ ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں اور ان کا کام جلد از جلد انجام دیں اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ عوام جس قدر خوش رہیں گے ملک کے امن اور طاقت میں اضافہ ہوگا۔ عوام جس قدر بددل ہوں گے ملک میں فساد رونما ہوگا اور ملکی طاقت کمزور ہو جائے گی۔

9۔ **دیانت داری:۔** دیانت داری سے صرف یہی مراد نہیں کہ وہ غبن، رشوت، سفارش، اقربا پروری اور پارٹی بازی سے محترز رہیں بلکہ اور بھی کئی باتیں مراد ہیں، مثلاً ہر کام کو قاعدے قانون کے مطابق پورے شوق اور انہماک سے انجام دیں، ٹالیں اور ٹرخائیں نہیں۔ حتیٰ کہ جب کوئی افسر یا نگران موجود نہ ہو تب بھی سارا کام اسی خوبی اور تندہی سے کریں جیسا کہ افسر کی موجودگی میں کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ اپنی تنخواہ کو حلال کر کے کھائیں اور اپنے آپ کو پہلے اللہ تعالیٰ اور پھر افسروں کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ سمجھیں۔

ہمارے دفاتر میں صرف بیس پچیس فیصدی آدمی ایسے ہوں گے جو اپنے کام کو ایک مقدس فرض سمجھتے اور دفتر کا سارا وقت کام میں صرف کرتے ہوں۔ زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو زیادہ وقت چائے پینے، اخبارات پڑھنے، سیاست لڑانے اور اپنے نجی ملاقاتیوں سے خوش گپیاں اڑانے میں گزارتے ہیں۔ اسی لئے جو کام ہفتہ دو ہفتہ میں ہوسکتا ہے وہ مہینوں بلکہ برسوں میں بھی نہیں ہوتا۔ اس کی ایک وجہ تو احساس فرض کا فقدان ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دفتر کے سٹاف میں کئی ایک اہل کار افسروں کے رشتہ دار خوشامدی اور دوسری ناگفتہ بہ وجوہات سے ان کے سر چڑھے ہوتے ہیں۔ اس لئے کام نہیں کرتے اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی کام چور ہوجاتے ہیں۔ ہماری رائے میں ان بدعنوانیوں کو دور کرنے کی صرف دو تدابیر ہیں، ایک سخت ٹریننگ اور دوسری سخت سزا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو آدمی جس کام کے لئے ملازم رکھا جائے اسے کام کا چارج دینے سے پہلے کچھ مدت تک دو باتوں کی تربیت دی جائے۔ ایک تو اس کام کی جو اس سے

لیتا ہے،دوسرے اس دفتری کردار کی جو اس میں پیدا کرنا ہے اور جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔ تربیت کے اختتام پر ہر ایک امیدوار کا امتحان لیا جائے اور صرف اسی کو ملازم رکھا جائے جو امتحان میں کامیاب ہو۔اب اگر دوران ملازمت میں کبھی بھی اس سے کوئی حرکت دفتری کردار کے خلاف سرزد ہو تو اسے سخت سزا دی جائے۔یہ تربیت تمام ملازموں کو نہ دی جا سکے تو کم از کم افسروں کو تو ضرور ہی دینی چاہئے ،کیوں کہ دفتری کاروبار کو خوش اسلوبی سے چلانے کے اصل ذمہ دار وہی ہوتے ہیں۔دفاتر ہوں یا عدالتیں ،یہ سب صرف اس لئے ہیں کہ اہل معاملہ کی کاربراری اور مظلوموں کی دادرسی کریں۔اس لحاظ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہر آدمی ضرورت پڑنے پر بہ خوشی وہاں جاتا لیکن سوائے عادی مقدمہ بازوں کے اور کوئی شریف آدمی سوائے اشد مجبوری کے کسی حالت میں وہاں جانا پسند نہیں کرتا بلکہ نقصان اٹھا لینے کو ترجیح دیتا ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ عام طور پر ان دفاتر اور عدالتوں کے اہلکار اہل معاملہ کو بہت ہی تنگ کرتے ہیں اور نہایت سختی اور رعونت سے پیش آتے ہیں۔پولیس کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔ عوام کے جان و مال کی حفاظت اور قیام امن کی جتنی ذمہ داری پولیس پر ہے اور کسی پر بھی نہیں۔اس لئے پولیس والوں کا سلوک عوام کے ساتھ اس قدر ہمدردانہ اور شریفانہ ہونا چاہئے کہ پولیس والے کو دیکھتے ہی انسان کے دل میں اطمینان اور اس کی طرف سے محبت اور عزت کا جذبہ پیدا ہو اور وہ کہے ''لو! وہ آ گیا میرا محافظ اب مجھے کسی کا ڈر نہیں''لیکن افسوس کہ معاملہ بالکل ہی برعکس ہے۔ پولیس والے کی شکل نظر آئی اور خیال ہوا کہ اللہ ہی خیر کرے،خدا جانے کیا مصیبت آنے والی ہے۔ بہت سے آدمی جو آنکھوں سے کوئی جرم ہوتا ہوا دیکھتے اور مجرموں کی سراغ رسانی میں پولیس کو بیش بہا مدد دے سکتے ہیں،صرف اس لئے پولیس کو اطلاع نہیں دیتے کہ کہیں خود مصیبت میں نہ پھنس جائیں،یہ صورت حال بہت ہی افسوسناک ہے۔پاکستان کی جو حکومت دفاتر اور پولیس کی اصلاح میں کامیاب ہو گی،اس کا نام قیامت تک تاریخ پاکستان میں سنہری حروف سے لکھا رہے گا۔

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات باباجان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب :**ادارہ**)

باباجان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کی گفتگو کا موضوع قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت تھی۔

شَهرُ رَمضَا نَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِيهِ القُرآنُ هُدًى لِّلنَّا سِ وَ بَيِّنَٰتٍ مِّنَ الهُدَىٰ وَالفُرقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَليَصُمهُ وَمَن كَا نَ مَرِيضًا أَو عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّن أَيَّا مٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّٰهُ بِكُمُ اليُسرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ العُسرَ وَلِتُكمِلُوا العِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَىٰكُم وَلَعَلَّكُم تَشكُرُو نَ. (سورۃ البقرہ ۲۔آیت ۱۸۵)

یہ قرآن پوری دنیا کیلئے ان کی دنیوی و اخروی فلاح کا آئین ہے۔جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ،انسانیت ترقی کرتی گئی ،اس کے جرائم بھی ترقی کرتے گئے ،اس کی عقل بھی ترقی کرتی گئی۔فرمایاشَهرُ رَمضَا نَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِيهِ القُرآنُ هُدًى لِّلنَّا سِ۔یہ قرآن آگیا، یہ پوری انسانیت کیلئے گائیڈ ہے۔ورنہ کتابیں اور انبیاءصرف بنی اسرائیل کیلئے آئے توصرف بنی اسرائیل سے خطاب کیا کہ میں بنی اسرائیل کیلئے آیا ہوں۔وہ ان کیلئے آئے ،ساری دنیا کیلئے نہیں آئے۔ صرف رسول اللہ ﷺ آئے تو انہوں نے کہا: يَـٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيكُم جَمِيعًا. (سورۃ الاعراف ۷۔آیت ۱۵۸)۔اے دنیا بھر کے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ "Last Prophet and Last Message". وہ آگئے ساری دنیا کیلئے،اب اس کے بعد نہ کسی آئین کی ضرورت ہے اور نہ کسی آئین کے Explain کرنے والے کی ضرورت ہے۔یہ قرآن اللہ نے اتارا کہ هُدًى لِّلنَّا سِ تمام دنیا کے انسانوں کی ہدایت کیلئے ہے۔ وَ بَيِّنَٰتٍ مِّنَ الهُدَىٰ. اور عقلی دلائل لیے ہوئے کہ ہدایت کیلئے جو عقلی دلائل ہیں ان پر غور کرو۔بارش دیکھو، زمین کو دیکھو، اللہ پاک بارش برساتا ہے، مردہ زمین کو کیسے وہ زندہ کرتا ہے۔

اسی طرح تمہارا بھی خروج ہوگا دنیا سے دوبارہ۔ اللہ حکم کرے گا، ایسے جیسے زمین مردہ پڑی ہے، جاگ اُٹھتی ہے، ایسے تم بھی جاگ اُٹھو گے، سارے نکل پڑو گے۔ اس میں ہدایت بھی ہے اور بَيِّنَٰتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ ہیں۔ وَالْفُرْقَانِ ۔ اور فیصلہ کن چیزیں بیان کردی ہیں۔ جھوٹ کو سچ سے اور باطل کو حق سے علیحدہ کرنے کیلئے فیصلہ کن چیزوں کا اعلان کردیا ہے۔ یہ اسی مہینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں وہ کتاب نازل کی گئی جس نے انسان کو نہ صرف انسان بنایا بلکہ مہذب انسان بنایا اور دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت دی۔ اس کی اہمیت تو ایسی ہے۔

ان (صحابہ کرامؓ) کے پاس تو کتاب نہیں تھی جیسی ہمارے پاس ہے۔ وہ تو عملی طور پر کام میں لگ گئے۔ کتاب تو یہ کتابی شکل میں بعد میں کہیں جا کے پرنٹنگ ہوئی تو تب آئی۔ جو کچھ کسی کو زبانی یاد تھا، وہ کسی نے کرلیا لیکن نفاذ اسی وقت ہو جاتا تھا۔ شراب بند ہوگئی ہے تو انہوں نے تو ڈرکر مٹکے بہادیے۔ روزہ فرض ہوا تو چلو جی روزے فرض ہو گئے، شروع کردیے۔ عملی طور پر اس کا نفاذ فوراً ہو جاتا تھا۔ پڑھنے والی بات ہماری طرح یہ جو تراویح والے ختم شریف ہیں، یہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں یہ تراویح کی جماعت انہوں نے کرائی۔ رسول اللہ ﷺ نے دو دن کرائیں، اس کے بعد نہیں ہوتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ باجماعت تراویح کا انتظام کیا کہ پڑھو۔ یہ بیٹھ کر جو مسلمان بھائی گپ شپ کرتے تھے انہیں لگا دیا کہ یہ نفل پڑھا کرو۔ لیکن اللہ نے کہا کہ وہ آئین پیدا ہوا تم اس کی Celebration کرو۔ اس (ماہ) میں تمہیں ایسا اچھا آئین دیا۔ هُدًى لِّلنَّاسِ ۔ تمام دنیا کیلئے ہدایت ہے۔ اس کو Adopt کرلو گے تو۔۔

اگر اب بھی دنیا شاید کبھی بیٹھ گئی کہ کوئی حساب کتاب Fit نہیں ہوا، نہ دنیا میں امن قائم ہوسکا ہے، نہ جنگیں ختم ہوئی ہیں، نہ خوف کم ہوا ہے۔ آج بھی انسانیت پر وہی رقت طاری ہے کہ کسی طرح بم چل پڑیں گے اور ہم سب مر جائیں گے۔ ان کو زیادہ خوف ہے جن کے پاس زیادہ بم ہیں۔ رات کو نیند نہیں آتی۔ بے حساب رات کو خواب آور گولیاں کھاتے ہیں تب نیند آتی ہے، وہ بھی بے چینی کی نیند ہے، پوری پھر بھی نہیں ہوتی۔ خدا نے کہا کہ یہ آئین ہے۔

اب اگر پھر بھی بیٹھ جائیں کہ کیا ایسا آئین مل سکتا ہے جس سے ہم دنیا میں امن و امان قائم کر سکیں؟ پھر اسی قرآن پر آئیں گے۔ وہ ایک ہی کتاب ہے جو Claim کرتی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آئی ہوں اور وہ ایک ہی کتاب ہے جو علی الاعلان کہتی ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، وہ علی الاعلان کہتی ہے کہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اس کی حفاظت کرتا ہوں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہ بالکل ویسی ہی ہے۔ اگر اس کو Adopt کر لیں گے تو دنیا اور آخرت دونوں میں انسان کی کامیابی ہو جائے گی۔ وہی ایک کتاب ہے جو انسانوں کو کسی Colour، Blood، اور Nationality کی دعوت نہیں دیتی۔ وہ اصول پر دعوت دیتی ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْ لُ اللّٰه. اس Principle پر Nation قائم ہوگی۔ ساری دنیا آجائے گی اسے Adopt کرنے کیلئے، صرف اسی میں اہلیت ہے۔ On principle اس کی ممبر شپ ہوگی۔ اس کی اخوت اس کلمہ پر ہوگی، جو یہ کلمہ پڑھے گا وہ بھائی ہو جائے گا۔ کُلُّ مُسلِمٌ اَخُوَّة. یہ (کتاب) اس کا حصہ ہوگی جو اس پر آجائے۔

اشفاق احمد نے لکھا ہے کہ میں Canada میں تھا۔ اس کا ایک دوست مسلمان ہو گیا تھا اُس نے کہا کہ اشفاق! میں تو مسلمان ہو گیا ہوں۔ میں بس سمجھ گیا ہوں کہ بس یہی ایک دین ہے جو ساری دنیا کو Adopt کر سکتا ہے، جو دنیا کو اپنے اندر لے سکتا ہے۔ اس کے اندر ہی وسعت ہے، اس کا Base ہی ایسا ہے۔ یہی ساری دنیا کو اپنے اندر سمو سکتا ہے۔ اس کے سارے قوانین ایسے ہیں جو سارے انسانوں کی بہتری کیلئے ہیں، دنیا میں بھی، مادی و روحانی اور ہر ایک چیز اس میں آجاتی ہے۔ اس نے کہا کہ بس پانچ، چھ ہزار بندے مسلمان ہو گئے تو دیکھنا یہ تحریک کیسے چلتی ہے۔ اشفاق احمد نے کہا کہ پانچ، چھ ہزار، یہاں تو ایک ارب سے بھی اوپر ہیں۔ اس نے کہا کہ تمہاری نہیں بات کر رہا۔ تم مسلمانوں کی بات نہیں کر رہا۔ تم رو سکتے ہو یا لڈیاں ڈال سکتے ہو۔ حادثہ ہو جائے، مسلمان مر جائیں تو روئیں گے کہ یہ ہو گیا۔ عیسائی آگئے، یہودیوں نے سازش کر لی، بیت المقدس کو آگ لگا دی ہے، یہ روئیں گے۔ یا پھر لڈیاں ڈالیں گے کہ دنیا ہی فتح کر لی ہے۔

کام ہی آپ دو کر سکتے ہیں، آپ کی بات نہیں کرتے۔ میں ان بھورے بالوں والوں کی بات کرتا ہوں۔ ان میں سے کوئی چھ ہزار بندہ مسلمان ہو گیا یورپ میں تو پھر دیکھنا یہ مذہب کیسے چلتا ہے۔ کہنے لگے کہ پھر ہمارا کیا بنے گا؟ اس نے کہا کہ تم بھی پیچھے لگ جانا جیسے بینڈ کے پیچھے چھلی بجانے والے ہوتے ہیں۔ ہمارے مقصد کے تم نہیں ہو۔ آپ لوگ کام نہیں کر سکتے۔ آپ رو سکتے ہیں یا لڈیاں ڈال سکتے ہیں، آپ پیچھے لگ جانا، کام ہم لوگ کریں گے جو اسے Adopt کر رہے ہیں۔ دین کو سمجھ کر اسے قبول کر رہے ہیں اور اس کے پیچھے وہ اب اپنی زندگیاں صرف کر رہے ہیں کہ اس کو آگے پھیلائیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اس میں ھُدًی لِّلنَّاس ہے، بَیِّنٰت ہیں، فُرقَان ہے، فیصلہ کن ہدایت دے دی گئی ہے۔ جس میں بالکل Mixing والی کوئی بات نہیں ہے کہ حق و باطل Mix رہیں اس میں کوئی Mixing نہیں ہے، خدا کی پوجا ہے تو بالکل Pure اس کی ہے کہ اللہ ہی ہے واحد معبود، اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ ''باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے''۔ علامہ نے ایسا کہا ہے۔ باطل کے بارے میں کہتا ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے ایک کروڑ بت ہیں۔ ان سے کہا جائے کہ دو اور بنا دو تو کہیں گے کہ آجاؤ بنا دیتے ہیں۔ اس میں ان کے ہاں کچھ فرق نہیں پڑتا لیکن 'حق' جو ہے وہ کسی کو پسند نہیں کرتا۔ سارے بت حضور ﷺ نے نکال کر باہر پھینکے، باہر بھی جو بت تھے ان سب کو مٹا دیا۔ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے میان حق و باطل نہ کر قبول!

حق و باطل کے درمیان میں کسی کو قبول نہیں کرنا۔ فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے، اس لئے جو بھی تم میں سے اس مہینے کو پائے وہ ضرور روزے رکھے۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَلْيَصُمهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَو عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّن أَيَّامٍ أُخَرَ. جو تم میں مریض ہو اور سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں میں عدت پوری کرے جیسے نکاح والی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عدت پوری کرے یہاں بھی لکھا ہے کہ وہ عدت پوری کرے۔ یہ پورے انتیس یا تیس روزے رکھنے ہی پڑتے ہیں،

کام ہی آپ دو کر سکتے ہیں، آپ کی بات نہیں کرتے۔ میں ان بھورے بالوں والوں کی بات کرتا ہوں۔ ان میں سے کوئی چھ ہزار بندہ مسلمان ہوگیا یورپ میں تو پھر دیکھنا یہ مذہب کیسے چلتا ہے۔ کہنے لگے کہ پھر ہمارا کیا بنے گا؟ اس نے کہا کہ تم بھی پیچھے لگ جانا جیسے بینڈ کے پیچھے چھلی بجانے والے ہوتے ہیں۔ ہمارے مقصد کے تم نہیں ہو۔ آپ لوگ کام نہیں کر سکتے۔ آپ رو سکتے ہیں یا لڈیاں ڈال سکتے ہیں، آپ پیچھے لگ جانا، کام ہم لوگ کریں گے جو اسے Adopt کر رہے ہیں۔ دین کو سمجھ کر اسے قبول کر رہے ہیں اور اس کے پیچھے وہ اب اپنی زندگیاں صرف کر رہے ہیں کہ اس کو آگے پھیلائیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اس میں ھُدًی لِّلنَّاس ہے، بَیِّنٰت ہیں، فُرقان ہے، فیصلہ کن ہدایت دے دی گئی ہے۔ جس میں بالکل Mixing والی کوئی بات نہیں ہے کہ حق و باطل Mix رہیں اس میں کوئی Mixing نہیں ہے، خدا کی پوجا ہے تو بالکل Pure اس کی ہے کہ اللہ ہی ہے واحد معبود، اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ ''باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے''۔ علامہ نے ایسا کہا ہے۔ باطل کے بارے میں کہتا ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے ایک کروڑ بت ہیں۔ ان سے کہا جائے کہ دو اور بنا دو تو کہیں گے کہ آجاؤ بنا دیتے ہیں۔ اس میں ان کے ہاں کچھ فرق نہیں پڑتا لیکن 'حق' جو ہے وہ کسی کو پسند نہیں کرتا۔ سارے بت حضور ﷺ نے نکال کر باہر پھینکے، باہر بھی جو بت تھے ان سب کو مٹا دیا۔ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے   میانِ حق و باطل نہ کر قبول!

حق و باطل کے درمیان میں کسی کو قبول نہیں کرتا۔ فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے، اس لئے جو بھی تم میں سے اس مہینے کو پائے وہ ضرور روزے رکھے۔ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَليَصُمهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَو عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّن أَيَّامٍ أُخَرَ۔ جو تم میں مریض ہو اور سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں میں عدت پوری کرے جیسے نکاح والی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ عدت پوری کرے یہاں بھی لکھا ہے کہ وہ عدت پوری کرے۔ یہ پورے انتیس یا تیس روزے رکھنے ہی پڑتے ہیں،

یہ نہیں چھوڑ سکتے۔ جیسے وہاں عدت پوری کرنی پڑتی ہے یہاں بھی فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ اللہ چاہتا تو کہتا کہ نہ رکھو مگر ایسا نہیں ہے۔ بیمار ہو تب بھی رکھنا ہے، سفر میں ہو تب بھی رکھو۔ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ لیکن اللہ تمہارے لئے آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا، اس لئے تم گنتی رکھو۔ روزے رکھنے پڑیں گے، یہ چھوڑ نہیں سکتے۔ عورت کو ماہواری آتی ہے، اس کی نمازیں معاف ہو جاتی ہیں، اسکی قضا نہیں ہوتی۔ وہ نمازوں کی قضا نہیں پڑھتی لیکن روزے قضا ہو گئے تو روزے تو رکھنے ہی پڑتے ہیں۔ حالانکہ بنیادی عبادت نماز ہے، روزہ نہیں ہے۔ روزہ معاف ہو سکتا ہے کئی جگہوں پر۔ اس کا فدیہ دے سکتے ہیں، روٹی کھلا سکتے ہیں مسکین کو، لیکن یہ نماز معاف نہیں ہو سکتی جب تک کہ دماغی توازن ٹھیک ہے، یہ پڑھنی پڑے گی۔ روزہ معاف ہو سکتا ہے، ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ Permanent unfit ہے تو روزہ معاف ہو گیا۔ لیکن اللہ نے کہا کہ یہ عدت کی طرح ہے یہ ضرور پورے کرنے ہیں، ان کی گنتی ضرور پوری کرنی ہے۔ عورت کی نمازیں معاف ہو جائیں گی، روزے معاف نہیں ہوں گے۔ جس نے اس کی زندگی بنائی، جس نے اس کو بتایا کہ نمازیں تیری معاف ہیں، تیری جو نمازیں قضا ہو جائیں گی ان کی قضا نہیں ہے۔ تخلیقِ انسانیت کا یہ کام بڑا اہم کام ہے۔ اسی خالق نے بتایا کہ اس ماہ کے روزے جو ہیں یہ معاف نہیں ہو سکتے۔ اس کا اتنا بڑا احسان ہے، یہ عدت ضرور پوری کرنی ہوگی، تم بھی پوری کرو تا کہ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ عدت تمہاری پوری ہو جائے۔ بعد میں رکھنے ہیں۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ عدت جو ہے یہ پوری کرنی ہے۔ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ۔ اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اس کی بڑائی، اس کی تکبیریں بیان کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے، اپنی نعمت سے یہ کتاب اور یہ رسول ﷺ عطا فرمایا۔ جس نے تمہاری فلاح کا انتظام کر دیا اور تم ان اعلیٰ درجات پر پہنچ گئے۔ اسی نے فرمایا کہ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ۔ اور اللہ کی تکبیریں اور بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اس کا یہ احسان ہے، اس کی تکبیریں پڑھو۔

وَلَعَلَّکُم تَشکُرُونَ. تا کہ تم اس کی اس نعمت کا شکر ادا کر سکو۔یہ روزہ اور تکبیریں اس شکر یے کیلئے ہیں جن کا ہم کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے۔

ہمارا کام یہی رہ گیا ہے کہ یقین سے مرنا آسان ہوگیا ہے تو ہم کیا شکرادا کریں گے؟وہ تکبیریں جواللہ نے کہا ہے کہ تُکَبِّرُوا اللّٰہ اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم پر احسان کیا ہے، ہمیں مولوی اس دن بتاتا ہے کہ آج پڑھنی ہیں،تکبیریں پڑھتے ہوئے جانا ہے،یہی پڑھنا ہے کہ اللّٰہُ اَکبَر اللّٰہُ اَکبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ للّٰہُ اَکبَر اللّٰہُ اَکبَر اور آخر میں کہتے ہیں وَلِلّٰہِ الحَمد. شکر ہے اللہ کا۔فرمایا:وَلِتُکمِلُوا العِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰیکُم. اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تمہیں ہدایت دی لَعَلَّکُم تَشکُرُونَ. تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔یہ تو سارا شکرانہ نعمت تھا اور تکبیر الٰہی اس نعمت کی وجہ سے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے،اس کی بڑائی بیان کرو کہ تو کتنا اچھا مہربان خدا ہے،انسانوں کو یہ اچھا آئین دے دیا،اپنا اچھا نبی ﷺ دیا،اور اس نبی ﷺ کا ہمیں امتی بنایا جو ایسا آئین لایا۔اب اس آئین سے ہمیں کام ہی کوئی نہیں رہا،اسے ٹھپ کر بند کر کے رکھ دیا ہے،ہم نے۔سارے مسلمان پریشان حال ہیں۔روز خبریں جہاں سے آتی ہیں وہ مسلمانوں کے مرنے کی آتی ہیں۔افغانستان میں یہ ہوگیا،کراچی میں حالات پھر گرم ہیں۔ رمضان کا مہینہ ہے برکتوں کا،یہ کیا جی کہ کمیٹی بنا دی ہے اس گورنر کی اور وزیر اعظم کی۔پہلے ہی کتنی کمیٹیاں بیٹھی ہیں؟ وہ کیا کرتے رہے ہیں؟وہ رپورٹ بنا کر President کو دیا کریں گی کہ روز کی Statement بنا کے بھیجو کہ آج بائیس مرے ہیں یا پچیس (۲۵) مرے ہیں۔ آج گیارہ (۱۱) ہو گئے ہیں۔ حالات اچھے ہو گئے ہیں۔سب سے پہلا کام عوام کی Life and property کی حفاظت ہے،باقی بعد میں ہیں۔یہ سب سے پہلا ہے کہ ان کی جان اور مال کی حفاظت کی جائے۔یہ ذمہ داری کوئی نہیں پوری ہو رہی۔

یہ روزے قرآن کے نزول کی خوشی میں فرض کیے گئے ہیں۔اسی لئے ماہِ رمضان میں یہ روزے رکھوائے گئے ہیں۔اس مہینے میں وہ آئین (قرآن) نازل ہوا ہے۔اس کا نزول

آغازِ نبوت سے شروع ہوا۔ان کے گناہ بھی سادہ سادہ تھے۔کسی قوم میں کوئی ایک گناہ تھا،کسی میں کوئی دوسرا تھا۔ان کی اصلاح کیلئے آئین آتے،زبانی زبانی ہی آتے رہے۔اب وہ بندہ بھی پڑھا لکھا ہوگیا،اس کے گناہوں کی فہرستیں بھی طویل ہوگئیں۔White color crimes نکل آئے جن کا کوئی پتا نہ چلا سکے تو اللہ نے وہ قرآن دے دیا اور فیصلے دے دیے تا کہ انسان جو ہے وہ اچھا انسان بن جائے۔روزے بھی رکھوا دیے تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے،تم بچ سکو۔ وہ ہر چیز جو اللہ کو ناپسند ہے اس سے تم بچ سکو۔یہ ہے اس قرآن کی Situation جو انسان نے اپنانا تھا۔اس کا شکریہ ادا کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ روزے رکھو،اللہ کی تکبیر بیان کرو۔وہ تکبیر جو ہے:اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لِلّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر وَلِلّٰہِ الحَمد۔یہ بھی اسی کیلئے ہے۔اللہ کہتا ہے کہ عدت بھی پوری کرو،تکبیر بھی کرو اللہ کی اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔اس ہدایت کا شکریہ ادا کرنا ہے تو اس کا ہمیں احساس ہی نہیں ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر　　　اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا اور دنیا میں خوار ہو گئے۔وہ اسی کے بل بوتے پر دنیا میں معزز تھے۔

خوار از مہجوری قرآں شدی　　　شکوہ سنج گردشِ دوراں شدی

قرآن کو چھوڑ کر دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں،شکوہ کرتے ہیں گردش زمانے کا کہ حالات بدل گئے ہیں جی۔زمانے کی گردش نے ہمیں یہ حالات دکھائے ہیں۔اصل بات تو یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔اب یہ کہ کس کس کا علاج کیا جائے؟ کہاں کہاں یہ چلا جائے؟بس چلتے جائیں،یہ ہے۔دنیا کی حکومت کی بات چھوڑیں ابھی آپ۔آپ ابھی اپنی بخشش کی بات کریں کہ معاف کر دے اللہ میاں۔بخشش ہو جائے میری اور آپ کی بس یہ بڑی بات ہے۔وہ ایسی قوم جو تیار ہو جائے جو واقعی اللہ کا کام کرنا چاہے،اللہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اِن تَنصُرُوا اللّٰہَ یَنصُرُکُم۔(سورۃ محمد ۴۷۔آیت ۷)۔تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری

مدد کرے گا۔اب اللہ کی مدد کیا؟ جیسا سلوک وہ چاہتا ہے اپنی مخلوق کے ساتھ،تم اس پر کاربند ہوجاؤ کہ وہ ہم کریں گے، پھر وہ اللہ کی مدد ہے۔تم اللہ کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا، ہم اس طرف جانا نہیں چاہتے۔حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ دریائے فرات کے پُل پر بکری کا بچہ بھی بھوکا رہ گیا تو باز پرس عمرؓ سے ہوئی ہے۔اس کی گدی پر بیٹھ گئے ہو کہ یہ اللہ کی بادشاہت ہے، یہ اللہ کی حکومت ہے تو مخلوق تک رزق پہنچانا اُس نے ذمہ لیا ہے۔

وَمَا مِن دَآ بَّةٍ فِي الاَرضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزقُهَا۔ (سورۃ ھود ۱۳۔آیت ۶)۔اللہ نے کہا کہ دنیا میں جتنے جاندار ہیں ان کا رزق پہنچانا میرا ذمہ ہے۔جو اللہ کی مخلوق پر حکمران بنتا ہے تو بکریوں اور جانوروں کو بھی رزق پہنچانا اس کا ذمہ ہے۔اس لئے اس (عمرؓ) نے کہا کہ بکری کا بچہ ادھر عراق میں بھی مر گیا تو اس کی ذمہ داری میری ہے۔آج میں بیٹھا ہوں، دعوی اس لئے ہے کہ اللہ کی بادشاہت ہے، میں اس کا نمائندہ ہوں۔وہ مائی کہتی ہے ماں حضرت عمرؓ سے کہ میں بھوکی مر رہی ہوں اور عمرؓ بیٹھا ہے، اسے پتا ہی نہیں ہے کسی کا کہ کوئی یہاں بھوکا مرتا ہے۔فرمایا کہ ماں اس عمرؓ کو کیسے پتا ہوگا؟ اس کو جا کے بتاتی تو پتا لگتا۔کہتی ہے کہ میں کیوں بتاؤں؟ اسے پتا ہونا چاہیے کہ کون بھوکا ہے، بیٹھا جو ہے وہ بادشاہی پر۔اگر اسے پتا نہیں لگتا تو بیٹھا کیوں ہے بادشاہت پر؟ میں کیوں بتاؤں؟ اسے پتا رکھنا چاہیے ہر ایک کا۔حضرت عمرؓ بھی اپنے شہر کا گشت کیا کرتے تھے، صرف والیان کو جگایا کرتے تھے کہ اٹھو گشت کرو کہ کوئی بھوکا نہ رہ جائے، بھوکا سو نہ جائے۔ان والیان سے بھی ایک عہد نامہ وہ لکھوایا کرتے تھے، کتابوں میں لکھا ہے یہ عہد نامہ کہ باریک کپڑے نہیں پہنوں گا، دربان نہیں رکھوں گا، سُرخ گھوڑے پر سواری نہیں کروں گا حضرت عمرؓ ان کو یہ حقوق دینے کی بجائے ان سے چھین لیتے تھے۔باریک کپڑا ساری دنیا پہنے گی، آپ نہیں پہن سکتے۔سرخ گھوڑے پر سواری نہیں کر سکتے۔جو مرضی ہو جہاں تمہاری رہائش ہے وہاں دربان نہیں ہوگا۔گورنر سے Sign کرا کے بھیجتے تھے۔ایسے انہوں نے بندوبست کیا۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کا خط بنام: خالد محمود بخاری

مورخہ: 01.02.2012

آپ لکھتے رہا کریں کیونکہ اختلاط ذکرو فکرہی سے صحیح رنگ پیدا ہوتا ہے اور دل کی بات دلوں میں سرایت کرنے لگتی ہے۔ ہماری تحریروں کا مدعا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے فضائل کا بیان اور اس کی ترغیب ہوتی ہے۔ جو کچھ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی بدولت کر سکتے ہیں وہ ہمیں کرتے رہنا چاہیے۔ آگے تمام انسانوں کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جسے چاہتا ہے ہدایت نصیب کر کے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام کا مقصد مسلمان بھائیوں کی روحانی طریقہ سے اصلاح اور خدمت ہے۔ بانی سلسلہؒ نے تعمیر ملت صفحہ 141 پر تحریر فرمایا ہے کہ "اگر کوئی عارف، دین و دنیا میں امت محمدیہ ﷺ کی اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لئے کچھ نہ کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ملت اسلامیہ کے لئے بیکار ہے۔" اس لئے یہ بات توحیدی بزرگ بھائیوں کو ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سلسلہ توحیدیہ کا قوام اور کیمسٹری ہی کچھ ایسی ہے کہ ہر بزرگ کو آخر کار خدمت کے کام میں لگنا ہے۔ اگر نہیں لگے گا تو روحانیت ہضم نہ ہو سکے گی۔ اصلاح کا کام کریں گے تو آپ سلسلہ توحیدیہ کے مقاصد کے عین مطابق کام کریں گے۔ اور مزید ترقی درجات نصیب ہوگی۔ مرشد کریمؒ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلسلہ توحیدیہ کی خدمت کی عظیم ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی حالانکہ یہ بندہ حقیر ہرگز اس قابل نہ تھا کہ اتنے عظیم بزرگ کی مسند کی جانشینی کا منصب سنبھالتا۔ مجھ سے جو کچھ بھی ہوا یہ سب اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور بانی سلسلہؒ کی توجہ سے ہو پایا۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو من وعن بانی سلسلہ کے رنگ کے مطابق چلانے کی جو کوشش کی گئی اور میرے پیارے پیارے بیٹوں نے اس کے لئے جو تعاون فرمایا وہ ان کے ایثار کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنی خصوصی رحمت سے نوازتے ہوئے آپ جیسے چند دوسرے بزرگ بھائی بھی عطاءفرما دیے جو مستقبل میں سلسلہ توحیدیہ کی ترویج و ترقی میں انشاءاللہ ہراوّل دستہ ثابت ہونگے ۔اللہ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔آمین! برادرم ریاض حسین صاحب کی صورت اب ذہن میں نہیں آ رہی ۔میں لیبیا میں 78 تا 82 چار سال خدمت انجام دیتا رہا ہوں ۔خادم حلقہ تو وہاں سلیم بخاری (ملتان والے) تھے ۔ان کے حکم سے کبھی کبھی ذکر کرا دیتا تھا۔اللہ تعالیٰ ریاض صاحب کی محبت قبول فرمائے اور جزائے خیر دے۔آمین!۔اللہ کو جب منظور ہوا ملاقات بھی ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو مزید دنیوی اور روحانی ترقی عطاءفرمائے ۔اور اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔آمین! برادران حلقہ اور اہل خانہ کو سلام!

والسلام!

محبت کی ترجیحات

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا جس سے مراد اس کی معرفت اور محبت والی بندگی ہے۔سب سے زیادہ محبت درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے کرنی چاہیے یا اُن کے بعد اپنے شیخ سے۔ عالمگیر محبت کے اصول کے تحت مخلوق سے محبت بھی ضروری ہے کیونکہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور اس کی سب سے پیاری نشانی اور ان گنت صفات کی مظہر ہے۔

اقتباس از مقصود حیات (محمد صدیق ڈار صاحبؒ)

استقبال رمضان

(پیر خان توحیدی)

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

شاعر مشرق کی یہ بات کوئی فلسفیانہ اظہار خیال نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی زندہ حقیقت کی بازگشت تھی، جس کا عکس کائنات کے ذرّے ذرّے میں پایا جاتا ہے۔تغیر وتبدل زندگی کی محض علامت ہی نہیں بلکہ ضرورت بھی ہے۔لمحہ لمحہ گزرتے وقت کا سفر نئے نئے عالم امکانات کی منزلیں ایجاد کرتا ہے۔اس دنیا میں جب تالاب اور ندیاں خشک ہوجاتی ہیں زمین سوکھ کر مردہ ہوجاتی ہے۔چمن ویران ہونے لگتے ہیں مخلوقات ارضی دانے دانے کو ترسنے لگتی ہے تو ربوبیت خداوندی جوش میں آجاتی ہے۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے پیام انقلاب لاتے ہیں اور ابر کے سائبان جھوم جھوم کر برسنے لگتے ہیں۔کنویں تالاب اور ندیاں سیراب ہوجاتی ہیں کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں اور چمن رونق افروز ہوجاتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جب عالم انسانیت میں اخلاق وکردار کے چشمہ ہائے سوکھنے لگتے ہیں روحانیت دم توڑنے لگتی ہے، چمنستانِ قلوب میں ویرانی چھاجاتی ہے اور انسانیت سسکنے لگتی ہے تو رحمت خداوندی جوش میں آجاتی ہے۔گردشِ لیل ونہار نیکی اور تقویٰ کی بہار کا مژدہ سناتی ہے تو عالم روحانیت میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا ہونے لگتا ہے جس کی آمد کا اعلان کسی خاص خطۂ یا ملک میں نہیں بلکہ اُفقِ عالم پر ہلالِ رمضان المبارک کی نمود سے ہوتا ہے۔وسعت تغیرات کی یہ شان کہ ابتداء ہی جنت کے تمام دروازوں کے کھلنے اور دوزخ کے سارے دروازوں کے بند کئے جانے سے ہوتی ہے۔وقت،مقدار،کمیت اور کیفیت کے سارے پیمانے بدل دیے جاتے ہیں

اجروثواب کی مقدار بڑھا کر معمول سے ستر گنا، بلکہ لامحدود کر دی جاتی ہے اس ماہ مبارک کی ایک رات ہزار راتوں سے افضل قرار پاتی ہے۔عرش بریں کے حامل فرشتوں کو حکم خداوندی ملتا ہے کہ اپنی عبادات کو بند کر کے اہل زمین کی دعاؤں پر آمین کہو۔

ماہ رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی انسانوں کے معمولات میں بڑی نمایاں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اور آرام کے اوقات یکسر بدل جاتے ہیں رات کے آخری پہر جب کہ وہ عموماً محوِخواب ہوا کرتا تھا، اپنے نفس کو روندتے ہوئے بیدار ہو کر سحری کھاتا ہے اور سحر کے پھوٹنے کے بعد غروب آفتاب تک جو افعال انسان بلا جھجک انجام دیا کرتا تھا حالت روزہ میں اپنے اوپر مطلقاً حرام کر لیتا ہے۔بھوک پیاس کی شدت میں بھی غذا کا ایک دانہ یا پانی کا ایک قطرہ بھی اس کے حلق سے نیچے نہیں جا سکتا، دن بھر کی محنت اور مشقت سے نڈھال ہو کر آغوش شب میں راحت جسم و جان کے مزے لوٹا کرتا تھا اب اپنے ربّ کے حضور قیام وسجود میں مصروف ہو جاتا ہے ان تمام وارداتوں سے گزرتے ہوئے جب وہ بھوک پیاس اور تھکن کے نامانوس احساسات سے آشنا ہوتا ہے تو قلب میں محروم ومحتاج انسانوں کے لیے رحم کے جذبات اور شفقت کا اظہار ہونے لگتا ہے۔جذبہ انفاق، حبِّ مال و دولت پر غالب آ جاتا ہے۔اس طرح انسان معاشرہ میں خود غرض اور باہمی کشاکش کی جگہ ایثار اور اخوت کے مناظر نمودار ہوتے ہیں۔حسن وعمل اور نیکیوں کے یہ مظاہر چند افراد یا مخصوص علاقے تک محدود نہیں رہتے بلکہ کرۂ ارض پر موجود تمام ملت اسلامیہ کی مشترک خاصیت بن جاتی ہے۔

ماہ رمضان کی ہر گھڑی یہی پیغام سناتی ہے کہ حالت روزہ میں گزرنے والا ایک ایک لمحہ انسان کے دل کو یادِالٰہی سے معمور کرتا ہے اور اس کے اندر احساس ذمہ داری کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔اور اس کے ایمان کو تقویت بخشتا ہے۔ماہ رمضان کی تمام عبادتوں اور ریاضتوں کا مقصود یہی ہے کہ انسانی قلب وذہن میں ترک واختیار کی وہ قوت پیدا ہو جائے جو اس کی زندگی کو بندگی ربّ کی راہ فوز وفلاح پر گامزن کر دے۔

رمضان کا مہینہ ان عظیم نعمتوں میں سے ایک انتہائی عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلم کو عنایت فرمائیں اس ماہ میں ہمیں حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی نعمت عطا کی گئی۔ اس میں قرآن مجید ہمیں عطا کیا گیا جو ہدایت ہے، رحمت ہے، نور ہے۔ شفا ہے اسی میں وہ یوم الفتح بھی واقعہ ہوا جس میں ایک قطرہ خون بہائے بغیر اس شہر کی کنجیاں اُمت کے حوالے کر دی گئیں۔ نبی رحمت ﷺ رمضان سے قبل اپنے ساتھیوں کو اس ماہ کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار کرتے تھے۔ چند دن کی بات ہے کہ ایک دفعہ پھر رمضان کا مبارک مہینہ ہمارے اوپر سایہ فگن ہونے والا ہے اس کی رحمتوں کی بارش ہماری زندگیوں کو سیراب کرنے کے لیے برس رہی ہوگی اس مہینہ کی عظمت اور برکتوں کا ٹھکانہ جسے خود نبی رحمت ﷺ نے شہر عظیم اور شہر مبارک کہا ہو، نہ ہم اس ماہ کی بلندیوں کا تصور کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہماری زبان اس کی ساری برکتیں بیان کر سکتی ہے۔ اس ماہ کا ہر روز، روز سعید اور ہر شب شب مبارک ہے اس ماہ کی ہر گھڑی میں فیض اور برکت کا اتنا خزانہ پوشیدہ ہے کہ نفل اعمال صالحہ فرض اعمال صالحہ کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں اور فرائض ستر گنا وزنی اور بلند ہو جاتے ہیں پس بشارت دی نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو جو رمضان مبارک میں روزے رکھے کہ اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو راتوں میں نماز کے لیے کھڑا رہے، اس کے گناہ بھی بخش دیے جائیں گے اور جو شب قدر میں قیام کرے اس کے بھی۔

اس مہینے کی عظمت اور برکت بلاشبہ عظیم ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی رحمتیں اور برکتیں ہر اس شخص کے حصہ میں آجائیں جو اسے پالے، یہ رحمتیں اور برکتیں تو ان کو ہی نصیب ہوں گی جو ایمان کا بیج اپنے اندر ڈالیں گے جن کی آنکھیں نم اور دل نرم ہوں گے اور جنہوں نے قرآن کا حق ادا کیا ہوگا اس ماہ مبارک کے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا:

نیت اور ارادہ

پہلی چیز صحیح نیت اور پکا ارادہ ہے۔جس طرح زندہ اور مردہ جسم میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن زندہ جسم حرکت اور عمل کی قوت رکھتا ہے جبکہ مردہ جسم حرکت اور عمل کی قوت سے محروم ہوتا ہے یہی حال اعمال کا ہے اگر اعمال میں صحیح نیت کی روح ہوگی تو وہ اثر افرینی اور نشو نما کی قوت رکھتے ہیں نبی کریم ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ اعمال کی صحت اور وزن کا انحصار نیت پر ہوتا ہے ۔

قرآن مجید سے تعلق

دوسری چیز قرآن مجید کی تلاوت سماعت اور علم وفہم کے حصول کا اہتمام ہے اس ماہ کا اصل حاصل ہی قرآن سننا اور پڑھنا ہے۔اس لیے سب سے زیادہ اہتمام جس چیز کا کرنا ہے وہ ہے زیادہ سے زیادہ وقت قرآن کی صحبت اور معیت میں بسر کریں۔نماز تراویح پابندی سے پڑھیں، تو کم از کم اتنا ضرور حاصل ہوتا ہے کہ آپ پورا قرآن ایک بار سن لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نا فرمانی سے بچنا

تیسری چیز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی خصوصی کوشش ہے روزے کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا ہے۔رمضان المبارک کا مہینہ تقویٰ کی افزائش کا موسم بہار ہے اس لیے اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کی خصوصی کوشش کرنا ضروری ہے۔

نیکی کی جستجو

چوتھی چیز نیکی کی جستجو ہے ہر لمحے ہر قسم کی نیکی کی طلب اور جستجو مومن کی فطرت کا جزو ہونا چاہیے لیکن رمضان کے مہینہ میں اس معاملے میں بھی خصوصی توجہ اور کوشش ضروری ہے کیونکہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں جس نیکی سے بھی خدا کا قرب تلاش کریں اس کا ثواب فرض کے برابر ہے۔

قیام لیل

رات کا قیام اور تلاوت قرآن، اپنا احتساب اور استغفار تقویٰ کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ متقین کی صفت اور علامت ہے۔ یہ رات کا وہ حصہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا والوں کے بہت قریب آتا ہے اور پکارتا ہے کون ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اسے دوں! کون ہے جو مجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہے کہ میں اسے معاف کردوں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ رات کی اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے اور کہتا ہے کون ہے جو ایسی ذات کو قرض دے جو نہ فقیر ہے نہ ظالم اور صبح تک یہی کہتا رہتا ہے۔

ذکر و دُعا

چھٹی چیز ذکر اور دُعا کا اہتمام ہے۔ ذکر کا اہتمام ساری زندگی میں ضروری ہے ہر وہ کام جو اللہ کو محبوب ہو ذکر ہے لیکن رمضان شریف میں زبان سے ذکر اور دُعا کا اہتمام بہت ضروری اور فائدہ مند ہے اور اس سے غفلت دور ہوتی ہے۔

شب قدر اور اعتکاف

ساتویں چیز شب قدر کا اہتمام ہے یہ رات قدر و قیمت کے لحاظ سے اس کام کے لحاظ سے جو اس رات میں انجام پایا اس خزانوں کے لحاظ سے جو اس رات تقسیم کیے جاتے ہیں ہزاروں مہینوں اور ہزاروں سالوں سے بہتر ہے۔ جو اس رات قیام کرے اس کو سارے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ اس رات کے خیر و برکت سے محروم رہنا بڑی بدقسمتی ہے۔

دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک میں تقویٰ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس ماہ کے فیوض و برکات سے ہمارے سینوں کو منور فرمائے۔ (آمین)

رمضان اور روزہ قرآن و حدیث کی روشنی میں

(غلام مرتضیٰ۔ راولپنڈی)

صوم کی تعریف

صوم کے لغوی معنی باز رہنا، چھوڑنا اور سیدھا ہونے کے ہیں۔عربی زبان میں خاموشی کو ''صوم'' کہتے ہیں۔بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے بعض مقامات پر ''صوم'' کو صبر کہا گیا ہے۔جس کے معنی ضبطِ نفس، ثابت قدمی اور استقلال کے ہیں۔

روزہ بڑی قدیم عبادت ہے۔روزے دوسرے مذاہب میں بھی فرض تھے جیسے کہ قرآن نے فرمایا:

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔

اس آیت میں ایک طرف تو روزے کی تاریخ کو دہرایا گیا اور دوسری طرف مسلمانوں کو اس عبادت کو ادا کرنے کو کہا گیا کہ یہ صرف تم ہی پر فرض نہیں کیے گئے بلکہ اگلے لوگوں نے بھی اسے ادا کیا اور ساتھ ہی فرمایا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔یعنی اجر بھی بتا دیا گیا۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 185-183 میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (183) أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيْضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (184) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيْضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيْدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُواْ الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُواْ اللّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ٥

ترجمہ :اے ایمان والو!فرض کیے گئے تم پر روزے جیسے فرض کیے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ یہ گنتی کے چند روز ہیں پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا اور جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور تمہارا روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم جانتے ہو۔ ماہ رمضان المبارک جس میں اتارا گیا قرآن اس حال میں کہ یہ حق دکھاتا ہے لوگوں کو اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی۔ سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو وہ یہ مہینہ روزے رکھے اور کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔ اللہ چاہتا ہے تمہارے لیے سہولت، اور نہیں چاہتا تمہارے لیے دشواری اور (چاہتا ہے کہ) تم گنتی پوری کر لیا کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تا کہ تم شکر گزاری کیا کرو۔

رمضان اور روزہ کی فضیلت کے بارے میں فرمان رسول اللہ ﷺ

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو خطبہ دیا جس میں فرمایا: ''اے لوگو! ایک بڑی عظمت والا، بڑی برکت والا مہینہ قریب آ گیا ہے۔ وہ ایسا مہینہ ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس مہینہ کی راتوں میں تراویح پڑھنا نفل کر دیا ہے۔ (یعنی فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے) جو شخص اس ماہ میں کوئی ایک نیک کام اپنے دل کی خوشی سے بطور خود کرے گا تو وہ ایسا ہوگا جیسے کہ رمضان کے سوا اور مہینوں میں فرض ادا کیا ہو۔ اور جو اس مہینہ میں فرض ادا کریگا تو وہ ایسا ہے جیسے کہ رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں کسی نے ستر (۷۰) فرض ادا کیے۔ اور یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اور یہ مہینہ معاشرے کے غریب اور حاجت مندوں کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ ہے۔'' (مشکوٰۃ)

روزہ کی اہمیت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رمضان کا ایک روزہ بھی بلا عذر شرعی (سفر اور مرض) چھوڑ دے، پھر پوری عمر اس کی تلافی کے لیے روزے رکھے تب بھی اس ایک روزہ کی کمی پوری نہ ہوگی۔(ترمذی ، ابوداؤد)

روزہ ڈھال ہے

روزے ڈھال کی طرح ہیں کہ جس طرح ڈھال دشمن کے وار سے بچنے کے لیے ہے اسی طرح روزہ بھی شیطان کے وار سے بچنے کے لیے ہے۔لہٰذا جب کوئی شخص روزہ دار کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو کہہ دینا چاہیے کہ بھائی میں روزہ سے ہوں مجھ سے تم یہ توقع نہ رکھو کہ تمہارے اس مشغلہ میں حصہ لوں گا۔(بخاری و مسلم)

روزہ کی شفاعت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: روزہ اور قرآن مومن کے لیے سفارش کریں گے۔روزہ کہے گا،اے میرے رب! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے اور دوسری لذتوں سے روکا تو یہ رکا رہا۔اے میرے رب اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر۔اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا (اپنی میٹھی نیند چھوڑ کر نماز میں قرآن پڑھتا رہا) تو اے میرے ربّ !اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر،اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔(مشکوٰۃ ، عبداللہ بن عمر)

روزہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ: آدمی جو کچھ اپنے گھر والوں اور مال اور پڑوسی کے سلسلے میں غلطی کرتا ہے،نماز،روزہ اور صدقہ ان غلطیوں کا کفارہ بنتے ہیں۔

سحری کی تاکید

حضور اکرمﷺ نے لوگوں سے فرمایا: سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔(بخاری)

افطاری کی تاکید

سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا لوگ (یعنی مسلمان) اچھی حالت میں رہیں گے جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے۔

روزہ جسم کی زکوٰۃ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا گندگی کو دور کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔اور جسم کو (امراض سے)پاک کرنے والی چیز روزہ ہے۔اور روزہ آدھا صبر ہے۔(ابن ماجہ)

پانچ خصوصی اعمال:

حضرت سلمان فارسیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ نے رمضان المبارک کے بارے میں ایک مرتبہ لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! رمضان المبارک میں پانچ چیزوں کا خصوصی اہتمام کیا کرو۔یہ بہت نفع والی چیزیں ہیں۔

۱) کلمہ طیبہ کا ورد کثرت سے کیا کرو۔

۲) استغفار کی کثرت کیا کر۔

۳) اللہ تعالیٰ سے جنت کی طلب کرو۔

۴) اللہ تعالیٰ سے جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔

۵) اپنی نیک حاجات کی طلب کرو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی دُعا:

کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ لوگو، منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے منبر کے پہلے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا (آمین) جب دوسرے پر قدم رکھا تو فرمایا (آمین) جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا (آمین) جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایک بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت حضرت جبرائیل میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجے پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہیں ہوئی۔ میں نے کہا (آمین) یعنی ایسے ہی ہو۔ مطلب یہ کہ وہ ضرور تباہ و برباد ہو دوسرے درجے پر انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا (آمین) تیسرے درجے پر انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے پاس والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپا پائیں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرا سکیں۔ (یعنی وہ اس سے ناراض چلے جائیں) میں نے کہا (آمین)

اس میں حضرت جبرائیلؑ نے تین شخصوں کو تین خوفناک بد دعائیں دی ہیں اور آپ ﷺ نے ان پر آمین فرمائی۔ یعنی آپ نے ان پر مہر ثبت کر دی۔ حضرت جبرائیل جیسے برگزیدہ فرشتے کی بد دعا ہی کیا کم درجہ رکھتی ہے اور پھر آپ ﷺ کا اس پر آمین فرمانا کوئی معمولی بات نہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور پیارے حبیب ﷺ کے توسل سے ہمیں ان خطرناک جرائم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نیکیوں کا موسم بہار

(احمد رضا خان ۔گوجرانوالہ)

روزہ سابقہ امتوں میں: روزہ دین اسلام کا بنیادی رکن اور بہت افضل عبادت ہے۔ روزے کا تصور تمام الہامی مذاہب میں بہت واضح طور پر پایا جاتا ہے۔اسرائیلی روایات کے مطابق نصاریٰ پر تیس روزے فرض تھے لیکن چالیس اور کہیں پچاس کا ذکر بھی ملتا ہے۔اسی طرح تورات میں آج بھی حضرت موسیٰ کے کوہ سینا پر جا کر تزکیہ نفس کے لیے چالیس دن کے روزے رکھنے کا ذکر موجود ہے۔یہودیوں کے متعلق یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

مروجہ اناجیل میں روزہ کی تعریف کی گئی ہے اور روزہ دار کو ہدایت کی گئی ہے کہ گھر سے نکلتے وقت تیل ڈال کر اور منہ دھو کر نکلے تا کہ اسکے روزے کا پتہ نہ چلے اور ریا کاری سے بچا رہے۔اسی طرح مصری یونانی ہندوستانی اور رومی اقوام میں بھی روزے کا تصور کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا تھا

روزہ اور قرآن: جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو اس کے اگلے سال یعنی ۲ ہجری کو روزے با قاعدہ فرض ہو گئے۔سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کیے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ''۔ اسکے علاوہ رمضان کو قرآن سے بہت ہی خاص نسبت ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىَ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور حق و باطل کی تمیز کرنے والی روشن نشانیاں ہیں۔

آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام کے نزول کے لیے

اس بابرکت مہینے کا انتخاب کیا۔ (مفسرین کے مطابق اللہ نے لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر سارا قرآن اتارا تھا وگرنہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ پر قرآن کریم کا نزول تقریباً ۲۳ سال ہوا۔ اور اس کے ذریعے انسانیت کے لیے اپنی اور اسکے مالک کی معرفت کا بندوبست کیا اسی لیے احسان شناس انسانوں کا فرض ہے کہ وہ اس مہینہ اور اس کتاب کی قدر کریں اور شکر و بندگی کی ایسی منفرد مثال قائم کریں جو سال کے دوسرے مہینوں سے ممتاز ہو۔

ماہ رمضان کو نیکیوں کا موسم بہار کہا جاتا ہے۔ جس طرح بہار کے موسم میں خشک زمین ہری اور ٹنڈ منڈ درخت بھی پھولوں اور پتوں سے لد جاتے ہیں۔ اسی طرح ماہ رمضان میں بھی اللہ کی رحمتوں اور فیوض و برکات کی بہار آجاتی ہے۔ ایک مختصر سے عمل پر کئی گنا اجر و ثواب عطا ہوتا ہے دل بہ مائل نیکی ہو جاتے ہیں۔ جسطرح ابرِ رحمت کھلیانوں پتھروں اور بیابانوں پر یکساں برستا ہے مگر ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اس سیرابی کا فائدہ اٹھاتا ہے۔ پتھر، پتھر ہی رہ جاتا ہے اور کھلیان ایک سرسبز و شاداب باغ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر ہم اس ماہ مبارکہ میں بھی اپنے گناہوں سے پیچھا چھڑا کر اپنے محبوب حقیقی سے رابطہ استوار نہیں کر سکتے تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے نہ کہ اللہ کے فضل و کرم میں کوئی کمی۔

روزے کے متعلق احادیث کثرت سے ملتی ہیں۔ جس میں سے چند ایک استفادے کے لیے درج ذیل ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا اور فرمایا۔ ”اے لوگو! بہت بڑی عظمت والا مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اسی مبارک مہینے کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزے تم پر فرض کیے ہیں اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں دل کی خوشی سے ایک نیکی کرے گا اسے دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا اور جو ایک فرض ادا کرے گا اسے ستر فرائض کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر جنت ہے۔ اور یہ حاجت مندوں کی مالی امداد اور ہمدردی کا مہینہ ہے) (مشکوٰۃ)

نبی مکرمﷺ اس ماہ مقدس کا بہت شوق سے انتظار فرماتے اور رمضان کے شروع ہونے سے قبل ہی صحابہ کرام کو روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے، اسکی عظمتیں اور برکتیں بیان فرماتے۔ فرض نمازوں، نوافل، صدقات، تلاوت قرآن اور اعتکاف کا خصوصی اہتمام فرماتے۔

نیکیوں کا اجر چونکہ اس ماہ میں کئی گنا بڑھ جاتا ہے، اس لئے لوگ اپنی زکوٰۃ ماہ رمضان میں ادا کرتے ہیں (کئی لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ شاید زکوٰۃ رمضان کے مہینے میں ادا کرنا فرض ہے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ زکوۃ اس مال پر فرض ہوجاتی ہے جسے آپکے پاس ایک سال ہو چکا ہو۔ اب یہ عرصہ جب بھی مکمل ہوا، زکوٰۃ فرض ہوجائے گی۔ اگر رمضان کے آنے سے پہلے ایک سال پورا ہوگیا تو پہلے ادا کردینی ہی بہتر ہے اور اگر سال کا عرصہ رمضان کے بعد پورا ہو رہا ہے تو قبل از وقت ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نبی مکرمﷺ نے ارشاد فرمایا ''روزہ شیطان کے خلاف ڈھال ہے۔ لہٰذا جو شخص روزے سے ہو تو اسکو چاہیے کہ فساد سے پرہیز کرے، اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے میں روزے سے ہوں۔ حدیث مبارکہ ہے۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا ''رمضان کی پہلی شب آتے ہی شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازوں کو بند کردیا جاتا ہے۔ جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ پکارنے والا پکارتا ہے اے بھلائی کے طالب! آگے بڑھ کہ یہ نیکیوں کا موسم بہار ہے اور برائی چاہنے والے رک جا اور بہت سے لوگوں کو جہنم کی آگ سے نجات ملتی ہے۔ اور رمضان کی ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے۔ (ترمذی)

رمضان میں شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اس پر بعض لوگ سوال کرتے ہیں۔ کہ اگر شیطان کو قید کرلیا جاتا ہے تو پھر دنیا میں گناہ کیوں ہوتے ہیں۔ ہر آدمی نیکی کیوں نہیں کرتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی کے بیک وقت دو دشمن ہیں، ایک شیطان اور دوسرا نفس۔ شیطان کے حملہ کرنے کا طریقہ وسوسہ انگیزی ہے۔ جو وہ آدمی کے دل میں ڈالتا ہے تو رمضان المبارک میں شیطانی وساوس کا خاتمہ ہوجانے سے نیکی کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ مگر دوسرا دشمن نفس اپنی پوزیشن پر قائم و دائم ہے۔ اگر ہم نے اسے شیطان کی اتنی معیت فراہم کی ہوئی تھی کہ وہ نفس امارہ بن چکا ہے

تو رمضان میں بھی وہ اپنا کام جاری رکھے گا اور برائیوں پر اکساتا رہے گا۔ نفس لوامہ میں چونکہ نیکی کا جذبہ موجود ہے اس لیے وہ رمضان کی بابرکت ساعتوں سے بھرپور فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور نفس مطمئنہ کی طرف جمپ کرسکتا ہے۔اس ضمن میں رمضان کریم کے معمولات اور حدیث میں بیان کردہ کام یعنی نیکیاں بے حد ممدو معاون ثابت ہونگی۔مذکورہ حدیث میں بیان کردہ مشق ہے کہ تلخ کلامی کی صورت میں چپ کر جانا اور جھگڑا نہ بڑھانا، سالک کے لیے تیر بہدف نسخہ ہے اس سے توحیدی سالک کو غصہ کنٹرول کرنے میں بھی مدد ملے گی۔اور سالک کی حوصلہ افزائی کے لیے اسمیں اللہ کی معیت کی بشارت بھی ہے۔کیونکہ وہ روزہ کی وجہ سے جھگڑا چھوڑتا ہے اور روزہ صرف خدا کے لئے ہوتا ہے تو خدا یقیناً دوسرے فریق سے زیادہ اسکے قریب ہے۔ ہمیں تو بطور مسلمان اور خصوصاً توحیدی سبق ہی یہی ملا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ایسے آدمی کیلئے جنت کے اطراف میں محل کی ضمانت دی ہے۔قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نے مرکز کی زمین پر چار دیواری کے معاملے میں فریق مخالف سے جھگڑا بڑھانے کی بجائے امن و قربانی کی راہ اپنائی اور تعلیم کی عملی صورت بطور مثال ہمارے لئے چھوڑی۔

حدیث قدسی ہے۔الصوم لی وا نا اجزی بہ" یعنی روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اسکی جزا دوں گا۔ (بعض جگہوں پر، میں خود اسکی جزا ہوں، کے الفاظ ملتے ہیں) مزید فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو زبان سے کوئی فحش بات نہ نکالے، قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے، روزہ دار کی منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے مسرت و شادمانی کے دو مواقع ہیں ایک اس وقت جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسرا اس دن جب وہ اپنے پروردگار کے حضور ہو گا۔

ایک اور حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ تباہ و برباد ہوا وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور بندگی و عبادت کر کے اللہ کو راضی نہ کر سکا۔

روزہ اور ذکرِ پاس انفاس

روزہ چونکہ ایک باطنی عبادت ہے ۔ بندۂ مومن جب روزہ رکھتا ہے تو اس کا معاملہ صرف اسکے اور ربّ کے درمیان ہوتا ہے، چاہے وہ سات پردوں میں بھی ہو کبھی اسکے دل میں یہ گمان تک نہیں آتا کہ وہ کچھ کھا، پی لے ۔ کیوں کہ وہ اللہ کو اپنے سامنے محسوس کرتا ہے اور اس بات پر یقینی طور پر ایمان رکھتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے ۔میرے تمام خیالات واعمال سے باخبر ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میرے ساتھ ہے ۔اسی معیت کے احساس کی وجہ سے اسکا تعلق اللہ سے قائم ہو جاتا ہے ۔بانیٔ سلسلہؒ نے پاس انفاس کا طریقہ لکھتے ہوئے واضح کیا ہے کہ پاس انفاس کے دوران یہ خواہش پیدا کرنی ہے کہ اللہ مجھے نظر آ جائے اپنا جلوہ جہاں نما دکھا دے ۔ مجھے اپنا قرب ولقاعطا فرما اور ذکر کے ساتھ ساتھ اس خواہش کو آہستہ آہستہ بڑھاتے چلے جانا ہے ۔ اس قسم کے ذکر سے یقیناً دل اللہ کی معیت کو محسوس کرنے لگتا ہے ۔اسکا پیار اپنے روح و جان کی گہرائیوں میں پاتا ہے اور ظاہر ہے اس قسم کی قلبی کیفیت میں کیا سالک اللہ کی خوشنودی اور پیار کے علاوہ کوئی اور کام کر سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں اور یہی کیفیت مومن روزہ دار کی ہوتی ہے کہ وہ کھانے پینے اور نفس کی رغبت کے سارے سامان موجود ہونے کے باوجود صرف اللہ کے لئے اور اسکی وجہ سے ان سے احتراز برتتا ہے ۔

روزہ اور اصلاحِ نفس

سلسلہ توحیدیہ کے سلوک کی ایک اور انفرادیت ''نفس کشی'' کی بجائے ''اصلاحِ نفس'' کی تربیت ہے ۔پرانے زمانوں میں سالک کو اپنا نفس کچلنے کی ترغیب دی جاتی تھی تا کہ وہ دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور اسکی موافقت اللہ سے ہو جائے ۔مگر ہمارے بزرگوں نے اس فارمولے کو یکسر بدل دیا اور نفس کی افادیت اور اس کی سلوک کی تکمیل میں اثر پذیری ثابت کی اور کہا کہ اسی نفس نے تو اللہ سے ملاقات کی خواہش پیدا کرنی ہے اگر نفس ہی نہ رہا تو خواہش کاہے کی، اور اسی نفس میں اللہ کے قرب ولقاء کی خواہش کو پروان چڑھانے کی تعلیم دی ۔ اصلاحِ نفس کی

یہ صورت روزے کی حالت میں اپنی معراج پر ہوتی ہے۔اس حالت میں نفس اپنی روایتی ضد سے باز آیا ہوا ہوتا ہے اسکی فطری بہیمیت قابو میں ہوتی ہے،اس لیے اسکی تربیت پائیدار ثابت ہوتی ہے۔ جنگل کے بادشاہ شیر کی مثال اس ضمن میں دلچسپی کی حامل ہوگی۔جب سرکس والے شیر کو پکڑتے ہیں تو وہ پورے غیض وغضب میں ہوتا ہے۔اسکی درندگی اور غضب کو کم کرنے کے لیے اسکو بھوکا رکھتے ہیں یہاں تک کہ وہ مائل بہ شرافت ہو جاتا ہے۔اسکی ساری اکڑفوں اور دھاڑیں دم توڑنے لگتی ہیں۔تبھی رنگ ماسٹر کوڑا لہراتا ہوا آتا ہے اور درندے کے نحیف ونزار ہوئے جسم پر برساتا ہے۔بھوک کی اس حالت میں اس کوڑے کا درد عام حالت سے کئی گنا زیادہ محسوس ہوتا ہے اور وہ درندہ جسکی دہشت سے سارا جنگل کانپتا ہے،حضرت انسان کے اشاروں پر ناچنے لگتا اور طرح طرح کے کرتب دکھانے لگتا ہے۔یہی کیفیت روزے میں ہوتی ہے اور اگر سالک بھوک کی اس کیفیت، نیکی کی طرف مائل ماحول،اللہ کی رحمتوں کے نزول،تلاوت قرآن،قیام اللیل،قربانی و ایثار اور کان آنکھ،زبان اور ہاتھ کے احتساب اور شرافت سے کام لے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ کے قرب ورضا کی منزل نہ پا سکے۔

بے روح روزے

روزہ بھوک و پیاس کا نام نہیں بلکہ اسکی باطنی کیفیت اگر کارفرما نہ ہو تو یہ بہترین عمل بے فائدہ ہو جاتا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے"جس شخص نے روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس نے اپنا کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا"۔

اگر بھوک کے ساتھ ساتھ انسان کے جذبات و اعمال راست نہ ہوئے تو یہ مشق بیکار ہوگی ان اعمال میں سب سے پہلے آنکھ کا روزہ ہے۔روزے دار کو چاہیے کہ نامحرم اور فحش کو دیکھنے سے اجتناب کرے۔فتنوں کے اس دور میں بے حیائی کا فتنہ اپنے عروج پر ہے۔گھروں میں ٹی وی کے نام پر حیا و غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے۔تو حیدی سالکین کو خصوصی طور پر چاہیے کہ وہ اس فتنے سے خود بھی بچیں اور اپنی اولاد کو بھی بچائیں خصوصاً افطاری و سحری کے اوقات میں حیا باختہ

بازاری خواتین اور نت نئے اشتہار دکھا کر عوام الناس کے ایمان کو ضائع کرنے کے درپے ہیں۔ اسکے بعد زبان کا روزہ بھی ویسے ہی ضروری ہے جیسے نظر کا۔ زبان سے کسی کی غیبت کرنا، گالی دینا غلط بیانی کرنا، دھوکہ دینا گمراہ کرنا، وغیرہ ایسے قبیح فعل ہیں جو روزے کی روح کو مردہ کر دیتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ روزے دار کا سونا بھی عبادت ہے کیونکہ جب تک سویا رہے گا اسکی زبان سے کچھ ادا نہ ہوگا۔ ہاتھ سے کسی قسم کا غلط کام کرنے سے بچا جائے۔ حرام نہ کمایا جائے کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ کانوں سے کوئی اخلاق سے گری ہوئی بات نہ سنی جائے بلکہ کانوں میں اللہ کے کلام کے ذریعے راحت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ریا کاری اور نمائش سے بچا جائے کہ بندہ ہر جگہ یہی اعلان نہ کرتا پھرے کہ آج روزہ بہت سخت ہے یا سست اور بگڑی صورت بنا رکھنا اور بار بار اپنی صفت لوگوں کے سامنے بیان کرنا۔ ایسے افعال ہیں جو روزے کی روح "اخلاص" کو گزند پہنچانے کا سبب ہیں۔ ان اعمال سے نہ بچنے والے روزہ داروں کی بابت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ترجمہ" کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزہ سے بھوک و پیاس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنیوالے ایسے ہیں جن کو رت جگے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

اچھے اور پائیدار اعمال کی شروعات کا مہینہ

کئی احباب کے ذاتی تجربات نے یہ ثابت کیا ہے کہ جس اچھے کام کا آغاز انہوں نے یکسو ہو کر اس ماہ میں کیا وہ انکی زندگی اور شخصیت کا لازمی جزو بن گیا۔ مثلاً اگر کوئی نماز کی ادائیگی میں سستی برتتا تھا تو اس نے رمضان میں نماز پنجگانہ کا با جماعت اہتمام شروع کیا اور یہ معمول اتنا پختہ ہوا کہ بعد از رمضان بھی جاری و ساری ہو گیا۔ کسی نے تلاوت کلام پاک کا معمول شروع کیا تو وہ اس آدمی کی فطرت ثانیہ بن گیا۔ کسی نے اپنی زبان کو جھوٹ سے بچانے کی مشق شروع کی تو سچائی اسکی عادت بن گئی۔ لہٰذا توحیدی بھائیوں کے لیے یہ سنہری موقع ہے کہ وہ اپنے راہ سلوک کی مشغول مثلاً قطع ما سویٰ اللہ، تسلیم و رضا، غصہ و نفرت کی نفی، محبت و صداقت کو اختیار کرنا، پاس

انفاس کی پابندی جیسے اعمال کو بھرپور عزم سے شروع کریں اور اللہ سے استقامت و تائید و نصرت کی دعا مانگیں ۔ وہ دیکھیں گے کہ بعد از رمضان پورے سال کے لیے وہ متعلقہ مشق کے عامل بنے رہیں گے اور انکا اخلاقی معیار بلند ہو جائے گا۔ وہ شرافت و اخلاص کا پیکر بن کر نہ صرف اپنے آپ کو فتنوں سے بچانے کا سبب بن جائیں گے بلکہ اپنے احباب اور گھر والوں کیلئے بھی مینارہ نور ثابت ہوں گے ۔مزید برآں اسطرح سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کی ترویج و اشاعت کا بھی سبب بنیں گے۔

توحیدیوں کے لئے کرنے کے خصوصی کام

اعتکاف : بطور توحیدی ہم چونکہ اللہ تعالیٰ کے قرب ولقاء او ر دیدا ر کے خواہشمند ہیں اس لیے ہمیں اپنا اخلاقی و روحانی معیار بھی اعلیٰ درجے کا بنانا ہو گا اس ماہ مبارکہ میں اپنے روٹین کے معمولات کے علاوہ کوشش کرنی چاہیے کہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا جائے اور دنیا داری کے سارے کام ترک کر کے " تبتل الیہ تبتیلا " کی عملی مشق کی جائے ۔وہ کام جو پرانے وقت کے صوفی اور جوگی غاروں اور جنگلوں میں جا کر کرتے تھے وہی کام اللہ کی میزبانی میں رہ کر کیا جائے ۔اعتکاف سے سالک کو خصوصی طور پر جو فائدہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا داری کے دھندوں اور پریشانیوں سے نجات مل جاتی ہے ۔اگر کوئی اثر دل پر پہلے سے موجود ہو تو وہ بھی ایک دو دنوں میں جاتا رہتا ہے ۔یکسوئی اور خلوت میسر آنے اور ذکر و عبادات کی کثرت سے آئینہ دل صاف ہو جاتا ہے اور انوار باطنی اور تجلیات منعکس ہونے لگتی ہیں ۔یہ بات دھیان میں رہے کہ خلوت بجائے خود مقصود نہیں ہے بلکہ وہ کیفیت پیدا کرنی مقصود ہے جو اس خلوت کے نتیجے میں پیدا ہو گی یعنی اللہ سے تعلق و معیت کی کیفیت ۔آجکل اجتماعی اعتکاف کا رجحان زور پکڑ گیا ہے جس میں اعتکاف کی حقیقی روح (جو خلوت سے مشروط ہے) کا پیدا ہونا بے حد مشکل ہے جہاں سینکڑوں ہزاروں لوگ ہوں گے وہاں تنہائی میسر کہاں آئیگی اور کہاں اللہ کی معیت نصیب ہو گی؟ اس لیے توحیدی سالکوں کو چاہیے کہ وہ ان دنوں کو بڑے اہتمام سے منائیں اور خلوت کو مقدم رکھیں۔

شب قدر کی تلاش

اس رات کی اہمیت سے سب بخوبی آگاہ ہیں اس لئے اصل کام یہ ہے کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں کو خصوصیت سے منایا جائے۔ کوئی ایسا کام کیا جائے جو آپکی will کو ظاہر کرے کہ آپ نے اس رات کو عام راتوں سے زیادہ اہمیت دی ہے اور آپ واقعی اللہ کی رضا جوئی کے حقیقی طالب ہیں۔ راتوں کے قیام، اللہ سے مناجات، تلاوت کی کثرت، غور و فکر اور ذکر الٰہی کے ذریعے ان راتوں کو تلاش کیا جائے تو یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ ''لیلۃ القدر'' کی مقدس ساعتوں (جو کہ ہزار مہینوں سے افضل ہیں) سے ضرور حصہ عطا کریں گے۔ اس لئے شب بیداری کا خصوصی اہتمام کیا جانا چاہیے۔

صدقات، صبر، احساس

چونکہ اس مہینے میں نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے اس لیے ہر توحیدی سالک خرچ کرنے کے معاملے میں وسعت قلبی کا مظاہرہ کرے۔ ایسے بھائی جنکے حالات اچھے نہیں انکی چپکے سے خدمت کردیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ صبر اور احساس کا مہینہ ہے اس لئے صبر کی مشق کو اپنی شخصیت کا حصہ بنالیں۔ کمزور رشتہ داروں اور بھائیوں کے احساس کو اپنے قلب و ذہن میں محسوس کریں کہ نعمتوں کے بغیر انکی زندگی کتنی مشکل اور میری نعمتوں کے ساتھ کتنی آسان ہے۔ اور پھر مقدور بھر انکی خوشیوں اور آسانیوں کے لیے کوشش کریں۔ اس ماہ میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے یہ بات روحانی و مادّی دونوں کے متعلق ہے اللہ کی راہ میں دینے سے کبھی نہ جھجکیں۔ ختم ہونے کا ڈر پاس نہ بھٹکنے دیں۔ امید واثق رکھیں کہ اللہ مجھے اسکا بہترین بدل دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ضرور عطا کریں گے۔ خصوصاً بانی سلسلہؒ کے فرمان کے مطابق اپنی ماہانہ کمائی میں سے اڑھائی فیصد حلقہ فنڈ کو اپنا پختہ معمول بنالیں اور ایک ایک پائی کا حساب کر کے فنڈ دیں۔ قبلہ یعقوب صاحب مدظلہ نے مرکز پر تعمیر کے لیے جو اپیل کی ہے اس کے لیے آگے بڑھ چڑھ کر حصہ ڈالیں اس ماہ میں نیکی کا جذبہ عروج پر ہوتا ہے اس لیے فائدہ اٹھائیں اور کوشش کریں کہ

اپنے حصے کی رقم بذریعہ خادم حلقہ ضرور اسی ماہ میں جمع کروائیں۔

افطاری کا اہتمام:

آپس میں رابطے کی اہمیت حلقہ میں ڈھکی چھپی نہیں۔اپنے مقامی حلقہ کے بھائیوں کی افطاری ضرور کرائیں اور کوشش کریں کہ بھائی عصر کے وقت جمع ہو جائیں اور پیار کی محفل جمائیں حلقہ کی تعلیم اور اللہ کے پیار کی باتیں کریں اور سادگی کو ملحوظ رکھیں تا کہ ہر بھائی افطار کا بندوبست کر سکے۔افطاری کروانے کی بہت زیادہ اہمیت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔چاہے وہ ایک کھجور سے کروائی جائے یا پانی کے گھونٹ سے۔حرمین شریفین میں ان دنوں کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ہر آدمی کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ آپکی میزبانی کرے اور کئی افراد آپکی منتیں کر رہے ہوتے ہیں کہ اسکو آپ کی افطاری کا شرف ملے۔اس لیے یہ ہدایت بابا جان کی طرف سے بھی ہے کہ کوئی بھی بھائی اس کار خیر میں پیچھے نہ رہے۔اور نیکیوں میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر بھائی اس مہینے کو زندگی بدل دینے کے جذبے کے ساتھ گزارے اور اپنے معبود و مالک کی رضا حاصل کر کے رہے۔شیطان اور نفس کے ہتھکنڈوں سے اللہ کی پناہ میں آنے کی جدوجہد کرے اور اپنے اہل وعیال۔حلقہ تو حیدیہ، پاکستان اور پوری ملت وانسانیت کے لیے رو رو کر اللہ سے مدد و رحمت کی دعائیں مانگے۔اگر اس مقدس مہینے کی برکات کا کچھ بھی حصہ مل گیا تو سمجھ لیں کہ دین و دنیا کی کامیابی ہاتھ آ گئی۔لیکن صرف خواہش ہی کسی مرض کا علاج ثابت نہیں ہوتی۔بقول شاعر

؎ چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

ماہ رمضان اور حصول تقویٰ

(عبدالقیوم ہاشمی)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِن قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔

عربی لغت میں صوم کا مطلب رک جانا یا تھم جانا کے ہیں اسکا اصطلاحی مفہوم ہے کھانے پینے، مباشرت، غیبت اور دیگر تمام بدعملیوں سے مکمل اجتناب۔ آیئے اب روزے اور تقویٰ کے باہمی تعلق کو قرآن و سنت سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں دین اسلام میں دو رکن ہی ایسے ہیں جو ہر صحت مند باشعور مسلمان پر ہر وقت فرض ہیں وہ ہیں نماز اور روزہ، زکوٰۃ اور حج صرف صاحب حیثیت اور مالدار مسلمان پر فرض ہوتا ہے۔عربی لغت میں رکن کا مفہوم و معنی ستون (piller) کے ہیں۔گویا ارکان اسلام کی حیثیت دین کی عمارت کے ستونوں جیسی ہے اگر یہ ستون مضبوط بنیاد فراہم کر دیں گے تو دین کی عمارت مضبوط و مستحکم ہوگی اور اگر ستون ہی کمزور بنیں یا تعمیر ہی نہ ہوں تو ایسی دین کی عمارت اتنی کمزور ہوگی جسے شیطان کو گرانے میں ذرا بھی دقت نہ ہوگی۔

لہٰذا ایک مسلمان ان ارکان پہ جتنی محنت کریگا اتنا ہی اسکے ایمان میں اضافہ اور یقین محکم ہوگا۔

حضورﷺ کا فرمان ہے کہ روزہ شیطان کے حملوں سے بچنے کیلئے ایک ڈھال ہے۔صائم کو چاہیے کہ وہ بدزبانی اور جہالت سے اجتناب کرے اور اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا گالیاں دے تو اسے دو مرتبہ کہے کہ میں روزے سے ہوں۔حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ اور بدعملی سے نہیں رکتا، اسے کہہ دو کہ اللہ کو اسکی بھوک اور پیاس کی ضرورت نہیں

اسلام کا مقصد ایک ایسا انسان تیار کرنا ہے جو خواہشات، جذبات اور اعمال میں متوازن ہو جو دنیا کی سیئات اور آخرت کے عذاب سے محفوظ ہو کر دنیا و آخرت کی بھلائیوں (حسنات) کا حقدار بن جائے۔ اس معیار کو پانے کے لیے ہر مسلمان کو متقی بننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو صرف دو گروہ میں تقسیم کیا ہے۔ ''حزب اللہ'' اور ''حزب الشیطان''، باقی جتنے بھی گروہ ہیں وہ انسانوں کے اپنے اختراع کردہ ہیں یعنی تمام مسلمان اللہ کا لشکر ہیں۔ جس طرح ایک فوج کی ٹریننگ کے دوران انہیں بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے، گرمی سردی میں میلوں پیدل چلایا جاتا ہے تاکہ یہ فوج اپنی قوم کی حفاظت کرنے کے قابل ہو جائے اور دشمن کو شکست سے دوچار کردے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے رمضان کے مہینے کو تربیت کے لیے وقف کر دیتے ہیں تاکہ وہ کھانے پینے اور شہوانی معاملات سے اجتناب کر کے اس قابل ہو جائیں کہ شیطان کے ہر وار سے محفوظ ہو جائیں جو کہ اسکا کھلا دشمن ہے اور متقی لوگوں میں شامل ہو جائیں۔ ایک شخص جب سحری سے وقت افطار تک نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ ہی پیتا ہے تو وہ کچھ دیر کے لئے اللہ کی صفت پہ عمل کر رہا ہوتا ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ تخلقو باخلاق اللّٰہ

یعنی اللہ جیسے اخلاق و اطوار اختیار کرو۔

رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرنے کا فرمان نبوی ﷺ بھی اسی وجہ سے ہے کیونکہ کلام الٰہی کی تلاوت متکلم کے قرب کا موجب ہے۔ کسی شاعر کی شاعری اگر پسند آجائے تو اس شاعر سے انس و محبت بھی خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوں تو میں تلاوت قرآن کرتا ہوں اور جب چاہتا ہوں کہ میں اللہ سے ہمکلام ہوں تو نماز (نوافل) پڑھتا ہوں قرآن کریم کی تلاوت حق تعالیٰ سے ملاقات کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ یہ تلاوت خواہ سمجھ کر کی جائے یا بغیر سمجھے کیونکہ اصل مقصد اللہ سے نسبت خاص اور صفت الٰہی سے متصف ہونا ہے۔

اور یہی خاصیت روزہ کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے نہ کھانا، نہ پینا، نہ بیوی رکھنا اور روزہ میں بندہ کی یہی حالت ہوتی ہے۔ روزہ میں ایک صمدیت کی شان پائی جاتی ہے۔ لہٰذا دونوں امور میں بندہ اللہ کے اخلاق و اطوار اور صفات کی نقل کرتا ہے۔ نزولِ قرآن اور روزے یہ دونوں عمل رمضان میں ہیں اس لئے انکی رمضان سے خاص مناسبت ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ.

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کیلئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔

تلاوت قرآن اور روزہ، دونوں سے انوار پیدا ہوتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ انوار پیدا ہونے کی وجہ مختلف ہے یعنی تلاوت ایک active عمل ہے اور روزہ passive عمل ہے یعنی تلاوت کچھ اختیار کرنے کا معاملہ ہے اور روزہ کچھ ترک کرنے کا مگر نورانیت پیدا کرنے میں مشترک ہیں۔ چنانچہ روزہ سے تو نور اسطرح پیدا ہوتا ہے کہ کھانے سے قوت بہیمیہ میں ترقی ہوتی ہے اور نارِ شہوت بھڑکتی ہے اور اس کا غلبہ منافی ہے نور کے، اور جب روزہ میں آدمی کھانے پینے سے رک جائے گا تو نارِ شہوت میں کمی ہوگی اور کمی سے لامحالہ نور پیدا ہوگا اور اس میں ترقی ہوگی۔ اس طرح تلاوت قرآن سے بھی نورانیت پیدا ہوگی۔ کیونکہ کلام الٰہی سے حق تعالیٰ سے خاص نسبت پیدا ہوتی ہے لہٰذا رمضان المبارک میں بغیر سمجھے زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا بہت ہی افضل ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ تمام عبادت کا مقصود تو قرب باری تعالیٰ ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ سے اولاً تو الفاظ ہم تک پہنچے۔ تو محبان الٰہی کیلئے یہی بات مسرت وفخر کے لیے بہت ہے کہ محبوب کی عطا اور تحفہ کو پہلے من وعن وصول کیا جائے۔ اصل خوشی تو محبوب کے ہاتھ سے کچھ عطا ہونا ہے خواہ ان میں معانی ہوں یا نہ ہوں، البتہ معانی ومفہوم کا ملنا الگ سے محبوب کا تحفہ ہے قرآن کے معانی تابع ہیں الفاظ کے۔ پہلے الفاظ ہی عطا ہوئے معنی بعد میں۔ جیسے کہ الــــــم بھی ہمارے لیے ویسے ہی

تحفہ منجانب اللہ ہے جس طرح دیگر معانی والی آیات ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھے اس کے واسطے ہر حرف پر ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارا ''الم'' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے یعنی الم کہنے سے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان ماہ رمضان میں کثرت سے تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی ، نوافل کا اہتمام کرے اور اپنے اخلاق کو سنوارنے کی بھرپور کوشش کرے تو اللہ کے فضل سے ایسا مسلمان ایک متقی مومن بن جائے گا ۔ اب تھوڑی سی وضاحت تقویٰ کے بارے میں تقویٰ کی حقیقت کیا ہے اس کا جواب ہمیں قرآن کریم سے ہی تلاش کرنا چاہیے ۔ قرآن کریم کے مطابق تقویٰ کے معنی تعلق باللہ ، محبت الٰہی اور اس کی صفات قدسیہ سے کسب فیض کی ایسی کیفیت اور مقام کے ہیں ، جس کے حصول کے بعد مومن اپنی تمام عمر خیر و خوبی کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے ۔ اس مقام پر فائز ہونے کے بعد نیکی اسکا اوڑھنا بچھونا بن جاتی ہے ۔ اس کا نصب العین اور تمام تر تگ و دو کا محور نیکی بن جاتی ہے ۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ (الاعراف ۲۶)

ترجمہ: اور جو تقویٰ کا لباس ہے وہی سب سے بہتر ہے ۔

صاحب تقویٰ میں خود بخود ایسی بصیرت اور فکر و نظر کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے جس کی بدولت وہ نیکی و برائی کے درمیان خط امتیاز کھینچ سکتا ہے ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَل لَّکُمْ فُرْقَانًا (الانفال ۲۹)

ترجمہ: ''اے اہل ایمان ! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں حق و باطل میں امتیاز کرنے کی قوت و صلاحیت بخش دے گا'' ۔

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ صاحب تقویٰ کو اللہ تعالیٰ رنج و غم اور صعوبتوں سے بھری زندگی سے نکال کر آسانی اور فلاح و کامیابی کی زندگی عطا کر دیتے ہیں ۔

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْراً (الطلاق آیت ٤)

ترجمہ: اور جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اسے آسانیاں عطا کر دیتا ہے۔

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْراً (الطلاق آیت ۵)

ترجمہ: اور جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اسکی برائیوں کو اس سے دور کر دیگا اور اس کو بڑا اجر دیگا۔

جب کوئی شخص تقویٰ کی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے اور اللہ سے ذاتی سطح پر محبت و اطاعت کے رشتوں کو استوار کر لیتا ہے یا جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے اور اسکی صفات کمال کی روشنی میں قدم بڑھاتا ہے اور اپنے اندر اس کی خو پیدا کر لیتا ہے تو دنیا کے رنج و غم اور ابتلاو آزمائش کی تکالیف سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے اور ایسے اسلوب فکر و نظر سے بھی بہر آور ہو جاتا ہے جو اسکو رضائے الٰہی کے حسین سانچوں میں ڈھال دیتا ہے۔ اور اس کی سیرت و کردار کے گوشوں کو چمکا اور سنوار دیتا ہے گویا پھر ہر ہر عمل میں اسکی رہنمائی اور ہدایت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ تقویٰ نہ صرف اعمال کو سنوارتا ہے بلکہ اس میں اخلاق و احسان کا رنگ بھی بھرتا ہے۔ ایسے اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے متقی کی تمنا یہ چیز قرار پاتی ہے کہ وہ کیا جتن کرے جس سے زیادہ سے زیادہ محبت الٰہی کی نعمت کا سزاوار ٹھہرے۔ تقویٰ ایک تہذیبی عمل ہے، تقویٰ کو قرآن حکیم نے ایک اصولی محرک، ایک جامع معیار اور فکر و عمل کا ایک تخلیقی پیمانہ قرار دیا ہے۔ تقویٰ کے الفاظ ہر طرح کی نیکی، خوبی اور فضیلت کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ متقی شخص کے لیے اس دنیا میں صرف یہ مشن رہ جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں جو کچھ پایا ہے اسکی صفات کی روشنی میں تزکیہ کی جن جن خوبیوں کو اپنایا ہے، اس کو، اسکی مخلوق کی اصلاح کے لیے کام میں لائے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اللہ کی محبت میں سچا ہے تو وہ بندوں سے لامحالہ پیار اور محبت کے رشتے استوار کیے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ خالق سے شدید محبت ہو اور اسکی مخلوقات سے محبت نہ ہو شاعر سے لگاؤ ہو اور اسکے اشعار سے نفرت ہو۔ اللہ سے محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کے بندوں سے بھی محبت ہو، یہ ہے تقویٰ کی حقیقت۔

محبت و معیّت

(افادات از خطبات قاری محمد طیّب ؒ ترتیب: قاری محمد ادریس)

دنیا کی ہر چیز بلکہ ہم اور آپ بھی دو چیزوں سے مرکب ہیں ۔ایک ہمارا ظاہری حصہ ہے جس کو ہم بدن کہتے ہیں، یہ ہیئت و شکل ہے مثلاً آنکھ ہے جس سے ہم ایک دوسرے کی شکل و صورت دیکھ کر پہچانتے ہیں ۔ یہ ظاہری حصہ اور ظاہری پیکر ہے اور ایک اس کے اندر پوشیدہ حقیقت ہے ۔وہی درحقیقت انسان ہے ۔اس صورت ظاہری کا نام انسان نہیں ۔انسان حقیقت کا نام ہے جو اندر چھپی ہوئی ہے اس کے دکھلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ صورت بنادی ہے جو کہ دراصل ذریعہ تعارف ہے اصل مقصود نہیں ہے۔

پھر مقصود کہاں ہے؟ شریعت اسلام پتہ دیتی ہے کہ اندرون باطن ایک قلب ہے اسی میں ساری حقیقتیں چھپی ہوئی ہیں اور اسی کا نام انسان ہے، اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے جب پھیلایا اور صورت و شکل دی تو قالب نمودار ہو گیا، شکل بن گئی ۔اب اسے دیکھ کر پہچان گئے کہ یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، ورنہ حقیقت میں انسان قلب ہی ہے اور اسی کے اندر سب کچھ پوشیدہ ہے۔

چنانچہ سب سے بڑی چیز انسان میں قلب ہے اور باقی جتنے اعضاء ہیں سب اس کے خدّام ہیں۔ قلب میں جو جذبہ پیدا ہوتا ہے یہ سب خدام اس کے مطابق عمل شروع کردیتے ہیں ۔اگر دل میں آیا کہ کسی چیز کو دیکھوں تو دل آنکھ کو زبان سے آرڈر نہیں دیتا کہ تو دیکھ بلکہ دل میں خیال آتے ہی آنکھ اپنا کام شروع کردیتی ہے، دل میں خیال آیا کہ میں چلوں، تو دل کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ پاؤں کو زبان سے حکم دے کہ چلو، بلکہ دل کا منشاء ہوا اور پیروں نے حرکت شروع کردی ۔دل نے کسی چیز کو پکڑنا چاہا تو دل ہاتھوں کو لفظوں میں حکم نہیں دے گا کہ اے ہاتھو! تم پکڑو ۔ بلکہ دل میں جذبہ آیا اور ہاتھوں نے اپنا کام شروع کردیا تو انسان کے تمام اعضاء خدّام ہیں ۔اصل حاکم اعلیٰ

اوراس اقلیم بدن کا سلطان وہ دل ہے اور دل میں ہی سب کچھ ہے۔

موجودہ زمانے میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہوا کہ اصل انسان میں دماغ ہے یا قلب۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اصل انسان میں دماغ ہے کیونکہ اسی سے تمام چیزیں چلتی ہیں، اسی میں شعور ہے، اسی میں ادراک ہے، اسی میں علم ہے، اسی میں احساس ہے اور قلب صرف ایک آلہ ہے جو خون کے ذریعے سے دماغ کو بنادیتا ہے اور دماغ کے اندر کچھ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ بہر حال وہ کہتے ہیں قلب آلہ کار ہے اصل نہیں ہے۔ لیکن جب ہم شریعت سے رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قلب ہی اصل ہے وہی حاکم مطلق ہے۔ بدن کی ساری حکومت اسکی چل رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے وہ اگر صحیح ہو تو سارا انسان صحیح ہے وہ اگر غلط ہے تو سارا انسان غلط ہے اور فرمایا کہ آگاہ ہو وہ قلب ہے۔''

گویا انسان کی خوبی و خرابی کا دارومدار قلب پر ہوتا ہے۔ دل ہی کے اندر نیت پیدا ہوتی ہے اور نیت سے سارے اعمال بنتے ہیں اور فرمایا گیا کہ ''سارے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔'' نیت اچھی ہے تو عمل بھی اچھا ہے اور نیت بری ہے تو عمل بھی بُرا ہوگا اور نیت کا دارومدار قلب کے اوپر ہے اور سارے اعمال و افعال کا دارومدار انسان کے قلب پر ٹھہرایا گیا اور فی الحقیقت زندگی بھی قلب ہی سے چلتی ہے۔

جیسے اعمال کا مدار قلب پر ہے ایسے ہی حیات کا مدار قلب پر ہے کیونکہ قلب پہلے زندہ ہوتا ہے پھر حیات دماغ میں پہنچتی ہے۔ عمل کا جذبہ بھی دل ہی سے اُبھرتا ہے۔ محبت اور عداوت بھی دل ہی سے متعلق ہے، جس سے ہزاروں معاملات وابستہ ہیں۔ شریعت اسلام کا موضوع اور مقصد یہ ہے کہ دل کی اصلاح کی جائے، اگر دل ٹھیک ہو گیا تو دماغ بھی درست ہے۔ ہاتھ پیر بھی ٹھیک ہیں، اخلاق بھی درست ہیں۔ اگر انسان کا دل بگڑ جائے تو نہ زندگی ہے اور نہ عمل ہے، نہ ہنر ہے نہ کمال ہے۔ دل زندہ ہے تو سارا انسان زندہ ہے۔ دل مردہ ہے تو سارا انسان مردہ ہے۔

مرکز اصلاح قلب ھے : دماغ بہت اعلیٰ چیز ہے،مگر تفصیل کرتا ہے اس علم کی جو قلب کے اندر پہلے سے موجود ہوتا ہے۔اسی بناء پر انبیاء اور اولیاء نے اصلاح کا مرکز دل کو بنایا کہ اگر وہ ٹھیک ہوجاتا ہے تو نگاہ ٹھیک ہوجاتی ہے، کان بھی درست، اگر یہ غلط ہے ساری چیزیں غلط ہیں۔ دل میں تقدس اور طہارت ہے تو نگاہ بھی غلط جگہ نہیں جائے گی۔اگر دل میں دیانت اور تقویٰ نہیں ہے تو اس کے لئے جائز و ناجائز سب برابر ہے۔اگر دل میں دین ہے تو راستہ درست رہے گا، اچھی چیزوں کی طرف طبیعت جائے گی، بری چیزوں سے ہٹ جائے گی۔

افتائے قلب : حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ''جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو تم اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو، دل آدمی کا مخلص ہوتا ہے کہ بات صحیح ہے کہ غلط ہے۔دل کا اعتبار کیا جائے کہ انسان کے ضمیر میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ حق ہوتا ہے اور رنجش سے اور نفسانی خواہشات سے جو بھی رائے قائم کرے دل اس کو جانتا ہے کہ وہ غلط ہے، ہاتھ چوری کرتا ہے مگر دل ملامت کرتا ہے کہ تجھے حق نہیں۔ایمان کا محل بھی قلب انسان ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت بھی دل کے اندر ہوتی ہے یہی محبت آدمی کو عمل پر اُکساتی ہے۔دل کے اندر جذبے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی جذبے کے مطابق انسان چلتا ہے۔اوّلاً ایمان قلب انسان پر وارد ہوتا ہے۔ایمان کے قوی ہونے کی تاثیر سارے بدن پر پہنچتی ہے تو پھر ہاتھ بھی مومن بن جاتا ہے اور کان بھی مومن بن جاتا ہے۔بلکہ سارے اعضاء میں ایمانداری پیدا ہوجاتی ہے۔اگر دل میں بے ایمانی گھسی ہو تو ہاتھ، پیر بھی بے ایمان ہونگے اور بے ایمانی کی حرکتیں کریں گے اور دماغ بھی بے ایمان ہوجائے گا۔سوچے گا تو بے ایمانی کی باتیں سوچے گا، اس لئے کہ دل کی نیت خراب ہے۔ قلب چونکہ پاک ظرف ہے، اس لئے اس میں پاک چیزیں یعنی ایمان داخل ہوتا ہے اور پھر عمل بھی ظاہر ہوتا ہے، اگر دل میں خوشی ہے تو چہرے پر بھی خوشی کے آثار ظاہر ہونگے چونکہ خوشی درحقیقت قلب کی صفت ہے، مگر چہرے سے نظر آتی ہے۔دل میں اگر غم بھرا ہوا ہے، دیکھنے والے

کہتے ہیں کہ آج بڑے غمگین نظر آتے ہو، حالانکہ غم چھپی ہوئی چیز ہے، وہ آنکھوں سے دیکھنے کی چیز نہیں ہے چونکہ دل کا اثر چہرے پر پڑتا ہے تو ہر جاننے والا جان جاتا ہے کہ یہ غم زدہ ہے۔ گویا خوشی اور غمی، محبت وعداوت وغیرہ قلب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسی وجہ سے ہاتھ پیر پر اثر پڑتا ہے وہ اثر جو قلب پر وارد ہوتا ہے وہ متعدی ہو کر اعضاء وجوارح پر طاری ہوتا ہے، خواہ اچھا ہو یا برا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی آدمی کے انتقال کا وقت قریب آتا ہے اور ملائکہ نزع روح کرتے ہیں تو ہاتھوں اور پیروں کو سونگھتے ہیں اور دماغ کو، دیگر بدن کو بھی سونگھتے ہیں، وہ ایمان کی خوشبو سونگھنا چاہتے ہیں۔ دل میں اگر ایمان ہے تو ہاتھ پیر میں بھی ان کے اثرات رچے ہوئے ہوتے ہیں، ہاتھوں کو بھی سونگھتے ہیں کہ ان میں بھی ایمان کی خوشبو ہے یا نہیں، اصل خوشبو کا مرکز تو دل ہے، مگر اعضاء پر اس کے اثرات پہنچ جاتے ہیں، جیسے خوشبو کا مخزن تو باغ ہے اور پھول ہے مگر کپڑوں سے خوشبو آنے لگتی ہے اور باغ والی خوشبو کے اثرات سے جہاں جہاں ہوا پہنچے گی وہ شئے معطر ہوتی چلی جائے گی۔ گویا دل کی درستگی کی پہلی بنیاد ایمان ہے جو قلب میں رہتا ہے اور اس کے اثرات ہاتھ پر عمل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

حقیقت ایمانیہ:

ایمان کی حقیقت محبت ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کامل ہے تو کہیں گے کہ اس کا ایمان کامل ہے اور نبی کریم ﷺ کی محبت دل میں رچ گئی ہے تو کہیں گے کہ ایمان آگیا اس لئے قرآن میں فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان میں اللہ کی محبت اور عشق سرایت کئے ہوئے ہے۔ اگر عشق ومحبت نہ ہوتا تو ایمان کبھی نہ آتا۔ اگر نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کے رگ وپے میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت بس گئی ہے اور اللہ کی محبت جم گئی ہے۔ محبت درحقیقت ایمان کا دوسرا نام ہے۔ ایمان نہیں، محبت نہیں اور محبت نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ اصل چیز رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے یہی چیز ایمان بناتی ہے، یہی اعتقاد قائم کرتی ہے۔ اس کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”تم میں کوئی بھی مومن کامل نہیں بن سکتا جب تک اس

کے دل میں میری اتنی محبت نہ ہو کہ اس کو اتنی نہ اپنے ماں باپ سے اور نہ اولاد سے ہو اور نہ کسی اور سے اتنی محبت ہو'' ۔ گویا بغیر حبّ نبی کے ایمان کامل نہیں ہوتا ۔ یہی وجہ ہے حضرات صحابہ کرامؓ میں محبت نبوی اتنی غالب تھی کہ آپ ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو صحابہ کرامؓ نے بھی آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے وطن چھوڑا ، گھر بار چھوڑا ، عزیز و اقارب چھوڑے ، جائیدادیں چھوڑیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو لئے ، مکہ میں ساری تجارتیں ترک کیں اور مدینہ میں غربت کی زندگی اختیار کی ، ان کو کس نے مجبور کیا؟ یہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہی تو تھی ۔ اس محبت کی وجہ سے عیش و آرام کا سب سامان چھوڑا اور مفلس رہنا گوارہ کیا مگر رسول کریم ﷺ کو چھوڑنا گوارہ نہ کیا ۔

:ایمان جب کسی کے دل میں گھر کر جاتا ہے اور محبت غالب آجاتی ہے تو اپنے کو اس محبت کے بدلے فروخت کر دیتا ہے ، پھر محبوب کی ہر ادا سے محبت ہو جاتی ہے ، اس کے مقابل میں نہ اولاد سے محبت رہتی ہے اور نہ ماں باپ کی محبت کوئی حیثیت رکھتی ہے ۔ سب کی محبتیں کم ہو جاتی ہیں اور ایک ہی محبت غالب آتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کا پہلا حق ہے ، آپ ﷺ سے محبت نہیں تو ایمان نہیں تو اسلام ہی نہیں ، تو بنیادی چیز محبت ہے ۔ اصول یہ ہے کہ جس شخص کی محبت غالب ہوتی ہے اس کی ساری ادائیں محبوب بن جاتی ہیں ۔ اس کا چلنا پھرنا بھی محبوب بن جاتا ہے اور اس کا لباس بھی محبوب بن جاتا ہے اور اس کا ذکر اور چرچا بھی محبوب بن جاتا ہے ۔ فقط محبوب سے ہی محبت نہیں ہوتی بلکہ اس کے نام سے جو چیز منسوب ہو جاتی ہے ، اس سے بھی محبت ہو جاتی ہے ۔

چونکہ آپ کو محبت ہے نبی اکرم ﷺ سے تو گنبد خضراء بھی محبوب ہوگا ۔ اس کی زیارت کو آپ عبادت سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر ایک آنکھ گنبد پر پڑ جائے تو دنیا و آخرت کی سعادت مل جائے گی ۔ اس لئے کہ گنبد خضراء خود محبوب نہیں بلکہ اس میں جو آرام فرما ہیں ، اصل میں وہ محبوب ہیں ۔

دلوں کا اخلاص۔قبولیت کی اساس

(ڈاکٹر یوسف القرضاوی۔مترجم خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ)

I

عبادت کے بارے میں اسلام نے جو تیسرا اصول وضع کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر عبادت کے لئے قبولیت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے لئے دلوں کا اخلاص ہے۔کیونکہ عبادت کی حقیقت وہ شکل نہیں ہے جو نظر آتی ہے اور وہ صورت نہیں جو جسم سے متعلق ہے۔بلکہ وہ ایک راز ہے جس کا تعلق دل سے ہے اور وہ اخلاص ہے جس کا سرچشمہ روح ہے اور جب مسلمان صدق دل سے عبادت نہیں کرتا اور اللہ کی اطاعت میں مخلص نہیں ہوتا اور وہ اسے روح سے خالی رسماً ادا کرتا ہے جیسا کہ ایک پاگل شخص معنی سے عاری الفاظ کے ساتھ بولتا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس پر لوٹا دیتا ہے جس طرح کہ صراف کھوٹے سکے لوٹا دیا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں،اپنے دین کو اس کے لئے خالص کرکے،بالکل یکسو ہوکر"۔(البینة 5:98)

"اے نبی یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے لہذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے"۔(الزمر 2:29)۔

"اے نبی ﷺ ان سے کہو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لئے خالص کرکے اس کی بندگی کروں"۔(الزمر 11)

"کہہ دو کہ میں تو اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کرکے اسی کی بندگی کرونگا"۔(الزمر 14)

بعض مشنریوں اور مستشرقین نے اسلام پر جھوٹ باندھا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اسلام کی عبادات میں مراسم و اشکال کے علاوہ کوئی خصوصیت نہیں اور اس کا قلب،نیت اور ضمیر سے کوئی سروکار نہیں۔یہ من گھڑت جھوٹ ان پر بعض دوسرے مستشرقین نے وارد کیا ہے جنہوں نے خود

بھی اسلام کو تسلیم نہیں کیا تاہم وہ اس شرمناک جھوٹ اور صریح جہالت کو حلق سے نیچے نہیں اتار سکتے

گولڈ زیہر اپنی کتاب 'اسلام میں عقیدہ شریعت' میں کہتا ہے:"اگر چہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک شریعت (Code) ہے۔اس کے ماننے والے مذہبی رسومات کے اعمال میں اس کی اطاعت کرتے ہیں، تاہم اسلامی تعلیمات کا اولین نگران قرآن ہے، جو اعمال کو بصراحت نیتوں پر منحصر قرار دیتا ہے اور نیت کو دینی قدر و قیمت کا معیار مقرر کرتا ہے۔نیز خیر خواہی و ہمدردی کے اعمال کے ساتھ اگر شریعت کو پورا پورا ملحوظ نہ رکھا گیا ہو تو انہیں قدر و قیمت کے لحاظ سے کم تر خیال کیا جاتا ہے"۔

نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت کو اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں"۔(البقرہ 177:2)

اور جہاں تک شعائر حج کا تعلق ہے جنہیں محمد ﷺ نے عربی بت پرستی کے مراسم میں سے اللہ کے اس ارشاد کے مطابق مرتب کیا ہے کو تقویٰ کی نیت کے ساتھ واجب قرار دے کر بڑی اہمیت دی ہے جب وہ کہتے ہیں۔"نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں، نہ خون مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے"۔

اور خلوص کے لئے بڑا انعام ہے جیسا کہ قرآن میں وارد ہوا ہے۔

"اللہ ہی کو پکارو اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے (المومن 14:40)

اور دلوں کے تقویٰ کے لئے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے:"اور جو اللہ کے مقرر کردہ

شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے"۔(سورۃ الحج 14:22)اور سورۃ الشعراء میں قلب سلیم کے متعلق فرمایا:"اس دن جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد، بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو"۔(26:89-90)

یہ ہے وہ نظریہ جو اہل ایمان کے لئے دینی فضیلت کے میزان میں فیصلہ کن حیثیت کا حامل ہے۔

اور اس ترغیب نے بعد میں سنت کی مخصوص تعلیمات اور نظریہ قصد و نیت اور اعمال پر ابھارنے والی روحانی کیفیت کے باعث ارتقاء پایا،اس نے قلیل عرصہ میں دینی زندگی کے جملہ شعبوں میں نفوذ حاصل کرلیا اور دینی اعمال کی قدر و قیمت کا معیار بنی اور پاکیزہ عمل کی انانیت اور ریاکاری کو دفع کرنے کا واحد سبب بنی"۔

اسلا میں قلب ہی بنیاد ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی توجہ اور اس کی عنایت کا محل ہے۔آخرت میں قبول و فلاح کا انحصار اسی پر ہے۔اسی بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:"اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے"۔(رواہ مسلم)۔سنو،انسانی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے،جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور سنو،وہ دل ہے)۔ (متفق علیہ)

اور قرآن حکیم میں ہے: "جنت متقین کے قریب لائی جائے گی،کچھ بھی دور نہ ہوگی۔ یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا،ہر اس شخص کے لئے جو بہت رجوع کرنے والا اور بڑی نگہداشت کرنے والا تھا،جو بے دیکھے رحمٰن سے ڈرتا تھا اور جو دل گرویدہ لئے ہوئے آیا ہے ۔داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ "وہ دن حیات ابدی کا دن ہوگا۔

اللہ کے ہاں مقبول عبادت:

اسلام کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خوشنودی کا باعث بننے والی وہ عبادت ہے جو نیت صادقہ کے ساتھ ہو،جو روح سے خالی جسم کی طرح نہ ہو بلکہ جس میں روح اخلاص جاری ہو۔

جس طرح سرسبز درخت کی شاخوں میں رس پھیلتا ہے تو اس میں پھل لے آتا ہے۔یہی اخلاص نیت روحِ عبادت ہے جو اخلاق اور طرزِ عمل کو بارآور کرتی ہے۔وہ عبادت گزار کو حقوق اللہ کی یاد دہانی کراتی ہے اور حقوق العباد سے متنبہ کرتی ہے۔لہٰذا ہر عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے لائق نہیں ہوتی ،بعض نمازیں نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہیں ۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قبول ہونے والی نماز کے بارے میں فرمایا: اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے(العنکبوت45:29)

نماز جیسا کہ ابن تیمیہؒ نے کہا:"اس میں مکروہ شر کے لئے رد ہے جو کہ فحشاء ومنکر ہے اور اس میں خیر محبوب کا حصول ہے اور وہ اللہ کا ذکر ہے،اور اس محبوب کا حصول اس مکروہ کے رد سے بڑی چیز ہے کیونکہ اللہ کا ذکر اللہ کی عبادت ہے اور اللہ کے لئے دل کی عبادت بذاتہ مقصود ہے دل ایک ایسی مخلوق ہے جو حق سے محبت کرتا ہے اور حق ہی اس کا مقصود ومطلوب ہے ۔جب شر کا ارادہ اس کے سامنے آتا ہے تو اسے رد کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ دل اسی طرح بگڑتا ہے جس طرح کوئی کھیتی جس میں جھاڑ جھنکار پیدا ہو جائے ،بگڑ جاتی ہے اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی "۔ (الاعلیٰ14-15)

نماز اگر ضمیر کی بیداری کا کام نہیں کرتی اور دل میں اللہ کا خوف اور اس کے احتساب کے احساس کا بیج نہیں بوتی تو وہ ضائع اور ناقص ہے اور وہ زندگی سے محروم بے جان لاشے کی مانند ہے۔ حدیث میں ہے کہ "جس کو اس کی نماز نے بے حیائی اور برائی سے نہ روکا تو اس کی کوئی نماز نہیں"۔

اور روزے کے بارے میں بھی ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو نماز سے متعلق کہا ہے۔روزہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے اس وقت تک کوئی حصہ نہیں پاتا جب تک کہ وہ تقویٰ سے ہم کنار نہ ہو جس کے حصول کی امید قرآن نے دلائی ہے۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو،تم پر روزے فرض

کر دیئے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔ (البقرہ 183)

اور جب روزے نے (روزے دار کو) تقویٰ کے حصول تک نہیں پہنچایا اس کے پیٹ اور شرمگاہ نے تو روزہ رکھ لیا مگر اس کی زبان وقلب اور جوارح نے روزہ نہیں رکھا تو وہ روزہ رد کئے جانے اور وہ عمل ضائع کر دیے جانے کے قابل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا قول اس پر صادق آتا ہے۔ "جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں" (بخاری) اور آنحضور ﷺ نے فرمایا: "کتنے ہی روزے دار ہیں کہ انہیں بھوک کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور کتنے ہی قیام کرنے والے ہیں کہ جنہیں جگ رتے کے سوا کچھ نہیں ملتا"۔ (نسائی، ابن ماجہ، حاکم)

اسی لئے ہمارے اسلاف لغو اور حرام سے اسی طرح روزے سے ہوتے ہیں جس طرح وہ کھانے اور پینے سے متعلق روزے سے ہوتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "روزہ صرف کھانے اور پینے سے نہیں بلکہ وہ جھوٹ، لغو اور حرام سے بھی ہوتا ہے"۔ اور ایسی ہی روایت حضرت علیؓ سے بھی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا: "کہ جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، تمہاری آنکھ اور تمہاری زبان بھی جھوٹ اور گناہوں سے روزہ رکھے۔ خادم کو تکلیف نہ دو اور روزے اور غیر روزے کے ایام برابر نہ بنالو، بلکہ روزے کے دن وقار اور سکینت کا رویہ اختیار کرو"۔

میمون بن مہران نے کہا: "سب سے آسان روزہ کھانے پینے کا روزہ ہے"۔

اور اسی طرح زکوٰۃ اور صدقہ بھی، لیکن جب اس کے ساتھ ریا شامل ہو جاتی ہے یا محتاج پر احسان جتلایا جاتا ہے یا اسے تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو اس سے روزہ بگڑ جاتا ہے اور اس کا ثواب زائل ہو جاتا ہے۔ لہذا اہم وہ مال نہیں ہے جو غنی کے ہاتھ سے مستحق کے ہاتھ پر رکھا جاتا ہے

بلکہ اہم چیز صدقِ نیت، حسنِ مقصد اور اخلاصِ قلب ہے۔ابن عطاء نے کہا ہے؛"اعمال بے جان صورتیں ہیں، ان کی روح اخلاص ہے"۔

ہم ان معانی کو واضح طور پر کتاب اللہ کی ان آیات کریمہ میں پاتے ہیں:

"ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔ اے ایمان لانے والو، اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینھ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے دل کے پورے ثبات و قرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہوجائے تو دگنا پھل لائے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کے لئے کافی ہوجائے۔ تم جو کچھ کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے"۔(البقرہ 265-263)

صدقہ کے رد و قبول میں قرآن حکیم کی اس تصویر کشی کے بعد اخلاص کی تاثیر کے بیان کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

نیتِ صالحہ کی برکت:

نبی ﷺ نے ایک مخلص شخص کا قصہ بیان فرمایا ہے جو رات کی تاریکی میں لوگوں کی نظروں سے بچا کر صدقہ کرنا چاہتا تھا تاکہ لوگوں کی طرف سے تعریف و تحسین اور اپنی شہرت سے

محفوظ رہے۔لیکن وہ راستہ بھول گیا اور صدقہ کا مال غلط جگہ کسی غیر مستحق کو دے بیٹھا مگر صدق نیت اور اخلاص نے اسے فائدہ دیا اور اس کے عمل کو برکت دی گئی اور اس کا صدقہ ضائع ہوا اور نہ وہ گردوغبار بن کر اڑا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں صدقہ کروں گا اور وہ اپنے صدقہ کے ساتھ نکلا اور اس نے ایک چور کے حوالے کر دیا۔لوگوں نے یہ کہتے ہوئے صبح کی کہ رات چور کو صدقہ دیا گیا۔اس نے کہا اے اللہ !تعریف تیرے لئے ہے، کیا صدقہ چور کو گیا ؟اس نے کہا: پھر صدقہ کرتا ہوں وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک زانیہ کو تھما دیا تو لوگوں نے یہ کہتے ہوئے صبح کی کہ رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا۔اس نے کہا اے اللہ !تو ہی تعریف کا مستحق ہے کیا صدقہ زانیہ کے ہاں گیا ؟اس نے کہا کہ اب پھر صدقہ کروں گا وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔صبح کے وقت لوگوں نے کہا کہ رات غنی کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا اے اللہ !تو ہی حمد وثناء کا سزاوار ہے کیا صدقہ چور، زانیہ اور غنی کے حصے میں آیا ؟تو جواب میں اسے کہا گیا: جہاں تک تیرا صدقہ چور کو ملا ہوسکتا ہے کہ چور چوری سے باز آجائے اور زانیہ کو دیا گیا تیرا صدقہ ہوسکتا ہے اسے زنا سے روک دے اور جہاں تک غنی کا معاملہ ہے ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے عبرت حاصل کرے اور اللہ کی راہ میں اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرے۔

ان قصوں سے نبی ﷺ یہ تعلیم دے رہے تھے کہ اخلاص خیر کا سرچشمہ اور قبولیت کا معیار ہے۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے:

وہ اظہار جو ہم نے ابھی نماز، روزہ اور صدقہ کے بارے میں کیا ہے، یہی کچھ حج، تلاوت قرآن، جہاد، دین کی خاطر ہجرت اور ہر وہ عمل جس کا اللہ نے حکم دیا ہے، جس کے ذریعے اس کی بندگی کی جائے اور اس کا تقرب حاصل کیا جائے ، کیلئے ہے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں

مسلمانوں میں سے ایک شخص نے مکہ سے مدینہ کی طرف ایک عورت کی خاطر ہجرت کی، جس سے اسے محبت تھی جو اُم قیس کے نام سے معروف تھی، تو جاننے والوں نے اسے **مہاجر اُم قیس** کے نام سے موسوم کیا۔

اور اس معاملہ میں نبی ﷺ کا وہ جامع ارشاد ہے کہ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔ ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے اس نے نیت کی۔ لہٰذا جس نے ہجرت اللہ اور رسول کی خاطر کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہوئی جسے وہ حاصل کرے گا یا کسی عورت کی طرف جس سے وہ نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کی طرف اس نے (نیت کر کے) ہجرت کی ہے"۔ (بخاری)

عجیب بات یہ ہے کہ ایک مستشرق اس حدیث کے ثبوت میں حدیث آحاد ہونے کی بنیاد پر شک کرتا ہے حالانکہ جملہ علمائے اسلام کا بڑی خصوصیت کے ساتھ اسے قبول کرنے پر اجماع ہے۔ مستشرق بھول گیا کہ اسلام میں نیت کی قدر و قیمت صرف اس حدیث پر منحصر نہیں بلکہ اس کا انحصار نصوص اور بہت سی مفصل احادیث پر ہے۔ اسے احادیث کے مجموعہ میں پختہ یقین کا درجہ حاصل ہے یہ کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ اگر ہم مثال کے طور پر کتاب "الترغیب والترہیب" لیں تو اس میں نیت صالحہ کے باب میں گیارہ۔ اخلاص کی ترغیب میں تیرہ اور ریاء سے خوف دلانے کے باب میں تیس سے زیادہ حدیثیں موجود ہیں۔ یہ مجموعہ احادیث اور قرآن میں وارد شدہ متعلقہ آیات اسلام میں نیت کی قدر و قیمت پر یقین کی سند ہے۔

خدا اورانسان

(عبدالرشید ساہی)

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

تو اے اسیرِ مکاں، لامکاں سے دور نہیں　　وہ جلوہ گاہ تیرے خاکداں سے دور نہیں

اے انسان یہ سچ ہے کہ تو اسیرِ مکاں ہے یعنی زمان ومکان کی قید میں ہے لیکن اگر تو اپنی اصل بنیاد پر غور کرے تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ تو "لامکانی" ہے اگر تو اپنی خودی "روح" کو اتباع رسول خدا کی بدولت مرتبہ کمال تک پہنچا دے یقیناً تیرے اندر صفات باری تعالیٰ کا رنگ پیدا ہوجائے گا۔سورہ رحمٰن: الرَّحْمَنُ (1) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (2) خَلَقَ الْإِنسَانَ (3) یعنی اللہ تعالیٰ، قرآن مجید فرقان حمید اور انسان ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہیں اور انسان اس کی مخلوق ۔الرحمٰن نے اپنی آشنائی کرانے کے لئے حضرت انسان کو تخلیق فرمایا انسان کی تخلیق سے پہلے بھی الرحمٰن موجود تھا لیکن اس کی خدائی کا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرنے والا کائنات اور جہان میں کوئی نہیں تھا۔اس کی ساری نعمتیں موجود تھیں لیکن ان نعمتوں کا قدردان کوئی نہ تھا۔اللہ کی ثنا تو شجر وحجر بھی کرتے تھے تسبیح بیان کرنے کے لئے فرشتوں کی فوج موجود تھی مگر الرحمٰن کے ساتھ عشق کرنے والی کوئی مخلوق نہ تھی ۔انسان خدائی تخلیق کا حسین ترین شاہکار ہے۔انسان ہی اشرف المخلوقات،انسان ہی احسن تقویم ہے،انسان خلیفۃ الارض ہے انسان ہی مسجود الملائکہ ہے اور انسان ہی شہباز لامکانی ہے انسان میں خدائی صفات کا پرتو موجود ہے انسان خدائی روح سے مزین ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو　　فروغِ دیدہ افلاک ہے تو

تیرے صیدِ زبوں افرشتہ وحور　　کہ شاہینِ شہہ لولاک ہے تو

انسان بے پناہ خدائی قوتوں اور صفات کا مجموعہ ہے یہ مظہر ذات باری تعالیٰ ہے۔

غور فرمائیں یہ جو نت نئی حیرت انگیز ایجادات ہو رہی ہیں انسان آسمان کی بلندیوں پر کمندیں ڈال رہا ہے پانی کی گہرائی میں اور آسمان کی بلندیوں پر محو پرواز ہے تو کیا یہ مٹی کا پتلا ہے؟ میدان کرب و بلا میں سارے کنبہ کو خوشی کے ساتھ قربان کر دینے والے کو آپ مٹی کا پتلا کہیں گے؟ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا تن من اور دھن قربان کرنے والے موجود رہے ہیں کیا آپ ان کو مٹی کا پتلا کہیں گے؟ نہیں نہیں یہ انسان جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی صورت پر بنایا ہے اور تسخیر کائنات کے لئے اس کو عقل و شعور سے آراستہ فرمایا ہے جب یہی انسان اتباع رسول ہاشمی ﷺ میں آتا ہے غلامی رسول ﷺ کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیتا ہے گنبد خضراء کو اپنی منزل و مقصود بنالیتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں اس کے مقدر میں لکھ دیتے ہیں نبی مکرم و محترم ﷺ نے اپنی ابتدائی 40 سالہ زندگی میں کردار کی عظمت کی معراج حاصل کی اور جب نبوت کے اعلان کا حکم آیا تو سب سے پہلے لوگوں کے سامنے اپنا کردار ہی پیش کیا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

تلوار سے دنیا کی امامت نہیں ہوتی کردار کی خوشبو سے الٹ جاتے ہیں آفاق

محبوب خدا نبی مکرم و محترم ﷺ کی 63 سالہ زندگی کا ایک ایک لمحہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے آج بھی اگر کسی نے کامیاب ترین زندگی گزارنی ہے تو اس کو نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں آنا ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے۔ "اے محبوب اعلان فرما دیں کہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بننا ہے تو وہ آپ کی پیروی کرے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنالیں گے اور اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے" ۔علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کھولی ہیں شوق دید نے آنکھیں تیری اگر ہر راہ گزر پہ نقش کف پائے یار دیکھ

جب رضاء الٰہی مقصد حیات بن کر انسان کی پوری زندگی پر محیط ہو جائے تو اس کا ہر فعل عبادت اور بندگی قرار پائے گا پھر انسان کا ایک ایک سانس اور ہر لمحہ عبادت میں شمار ہوگا اصل مقصد حیات من میں اتر جائے تو بندہ مقصود خلائق بن جاتا ہے جو انسان بھی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ آئین کی مکمل پاسداری کرتا ہے وہ خدا کا محبوب و مرتضیٰ بن جاتا ہے اور خود خدا بھی اس کو اپنا

مطلوب ومقصود بنالیتا ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق   بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں

اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر انسانیت کی اصلاح و فلاح کے لئے زمانہ میں مبعوث فرمائے ۔سب سے آخر میں اپنے محبوب اور حسین ترین رسول ﷺ کو زمانہ میں مبعوث فرمایا مقصد صرف یہی تھا کہ میری مخلوق کو میری پہچان کرائی جائے مکمل ترین کتاب قرآن مجید ساری انسانیت کیلئے آئین بنا کر تحفہ دی گئی جس کا سمجھ کر پڑھنا اور پھر اس پر عمل کرنا انسانیت کی کامیابی و کامرانی کی دلیل ہے آج بھی اگر موازنہ کیا جائے تو قرآن مجید دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے مگر اس پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے ۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی   یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بڑے افسوس کی بات ہے کہ سب امتوں سے بڑھ کر اعلیٰ ترین اور مکمل ترین دین دین اسلام ہمارے پاس ہے ہمارے پاس قرآن حکیم کی شکل میں بہترین دین و آئین موجود ہے جو آئین زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اور کامیاب اور خوبصورت ترین زندگی بسر کرنے کے لئے راہ ہدایت ہے قرآن مجید جس کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **نور و کتاب مبین ۔**

اس کے باوجود بھی ہم بحیثیت امت (امت محمد یہ ﷺ) پستی میں گرے ہوئے ہیں اگر تمام قوموں میں نا کام اور نا مراد ہیں تو وہ مسلمان ہیں غلام ہیں تو مسلمان دنیا میں جہاں بھی پٹ رہے ہیں وہ مسلمان ہیں یا ہم دست دگریباں ہیں تو مسلمان ہیں ۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ایک ہی دوا ہے جو اکسیر ہے ایک ہی نسخہ ہے جو شفا دے سکتا ہے وہ غلامی رسول ﷺ ہے ہم نے ایک خدا کی بجائے اور بہت سے خدا بنا رکھے ہیں اور دین کو، دینِ رسول ہاشمی ﷺ کو اپنی مرضی سے تشکیل دے لیا ہے خدا تعالیٰ نے جن کاموں کو نا جائز قرار دیا ہے وہ ہم نے جائز قرار دے دیے ہیں اور جو کام کرنے کا حکم دیا ہے ان کو فراموش کر دیا ہے اور تو اور ارکان دین کو

دیکھ لیں نماز کسی صورت میں معاف نہیں صرف مرض موت میں مبتلا ہونے کے وقت معاف ہے لیکن ہم جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں رمضان کے مہینہ میں برائے نام لوگ روزہ رکھتے ہیں رشوت کو ہی لے لیں وہ ہمارے معاشرے میں ناسور بن چکی ہے کوئی جائز کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہو پاتا اس کے باوجود ہمیں دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں جھوٹ کی وباء عام ہے بد دیانتی، ذخیرہ اندوزی چوری ڈکیتی سمگلنگ ایک رواج بن گیا ہے۔عام آدمی کی بات اور ہے اکثر نماز ادا کرنے والے بھی پرہیز نہیں کرتے۔بداخلاقی جھوٹ اور ملاوٹ تو عام ہو رہی ہیں وعدہ خلافوں کی بھی کمی نہیں میرے خیال میں کامیاب اور اعلیٰ انسان بننے کے لئے کسی مکتبہ عشق میں داخلہ لینا ضروری ہوتا ہے اس مادیت پرستی کے دور میں مرکز تعمیر ملت کوٹ شاہاں گوجرانوالا خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکتبہ عشق کے طور پر کام کر رہا ہے یہاں پر فلاح آدمیت کا درس دیا جاتا ہے انسانیت سے پیار کرنا سکھایا جاتا ہے مسلکی جھگڑوں سے بے نیاز کر دیا جاتا ہے یہاں انسان سازی اور دلوں کی تصفیہ کا کام ہو رہا ہے اللہ والوں کی صحبت ہی شعور کو جلا بخشتی ہے ان کی محفلوں میں تزکیہ نفس بھی کیا جاتا ہے انسانوں کو اللہ والوں کی محفل میں ہوا و ہوس سے نجات ملتی ہے اللہ کی محبت پروان چڑھتی ہے انسان کا اللہ سے تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے پھر وہ مقام آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی رگ و جان سے بھی زیادہ قریب ہو جاتا ہے انسان اللہ کی بصیرت سے دیکھتا ہے اللہ کی زبان سے بات کرتا ہے اور خدائی پکڑ نا اس کا پکڑنا ہوتا ہے ولی کامل کی نگاہ بعض اوقات وہ کام کر دکھاتی ہے کہ عقل اس کا احاطہ نہیں کر سکتی قرآن مجید ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے ان واقعات میں ایک واقعہ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ولی کامل کا ہزاروں میل کی مسافت سے ملکہ بلقیس کا تخت لانے کا واقعہ موجود ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکوں کی صحبت اور سچوں کی سنگت عطاء فرمائے۔آمین!

رمضان پیکج

رمضان رحمتوں، برکتوں اور مغفرت کا مہینہ ہے۔اس مہینہ میں ایک رات جسے لیــلة الــقـدر کہتے ہیں ہزار مہینوں سے افضل ہے۔اس ماہ مبارک میں سنت اور نفلوں کا ثواب بڑھا کر ستر گنا کردیا جاتا ہے۔نبی رحمت ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے نہایت ذوق وشوق سے رکھے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔اس ماہ کے تین عشرے ہوتے ہیں۔پہلا عشرہ رحمتوں کا عشرہ کہلاتا ہے۔دوسرا عشرہ مغفرت کا جبکہ تیسرا عشرہ دوزخ سے نجات کا عشرہ کہلاتا ہے۔اس ماہ کے روزے ہر عاقل بالغ مرد وعورت پر فرض ہیں۔جس نے جان بوجھ کر بغیر کسی شرعی عذر کے روزہ چھوڑا یا روزہ توڑا تو گویا اس نے بڑا گناہ کیا۔اگر ساری عمر بھی اس روزے کے بدلے روزے رکھے تو بھی اس کی کمی پوری نہیں ہوتی۔جان بوجھ کر روزہ توڑنے یا چھوڑنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔جبکہ شرعی عذر پر روزہ توڑنے یا چھوڑنے پر قضاء لازم ہوتی ہے۔

کفارہ: ایک روزہ کے بدلے ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔

سحری و افطاری: سحری میں تاخیر کرنا (دیر کرنا) اور افطاری میں جلدی کرنا مستحب ہے۔سحری کے بعد روزہ کی نیت کی دعا اور افطاری کی نیت کی دعا ضرور پڑھ لینا۔افطاری میں کسی بھائی کو مدعو کریں یا گھر والوں کیساتھ مل کر کریں۔افطاری میں زیادہ کھانے سے پرہیز کریں۔زیادہ کھانے سے طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔نماز با جماعت سے رہ جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

عبادات: نمازوں کا خاص اہتمام کیا جائے۔فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا خصوصی خیال رکھا جائے۔جبکہ چار پانچ منٹ جماعت سے پہلے مسجد میں پہنچ کر جماعت کا انتظار کیا جائے۔سنتیں گھروں میں پڑھیں۔نوافل کی تعداد بڑھائیں اور تراویح میں کوئی ناغہ نہ کریں۔

کم ازکم ایک بار قرآن کا ختم ضرور کریں اور کم ازکم پانچ چھوٹی سورتیں یاد کریں۔

صلوۃ تسبیح: ہر روز ظہر سے پہلے پڑھنے کی کوشش کریں یا کم ازکم جمعہ کی نماز سے پہلے ضرور پڑھ لیں۔

پہلا عشرہ: دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ ربّ الغفر ورحم واَنْتَ خَیْرُ الرَّاحمین کا ورد کثرت سے کریں۔ جنت کا سوال کریں اللّٰھم اِنّی اَسْئَوُ لک الجنۃ بغیر حساب۔

دوسرا عشرہ: دیگر عبادات کے ساتھ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ کا ورد کثرت سے کریں۔ دوزخ سے نجات طلب کریں۔ اللّٰھُمَ اِنّی اَعُوذُ بِکَ مِنْ عَذَاب جھنم

تیسرا عشرہ: دیگر عبادات کے ساتھ اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی یا غفور کثرت سے پڑھیں۔ اپنے گناہوں کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ سے رو رو کر معافی طلب کریں۔

معمول کے ذکر میں ناغہ نہ کریں۔ وقت مقررہ پر کم ازکم دو تسبیح نفی اثبات ذکر ضرور کریں۔

تہجد: کم ازکم چار رکعت نفل تہجد سحری کھانے سے پہلے پڑھنے کی کوشش کریں۔

اعتکاف: اگر وقت اجازت دے تو آخری عشرہ کا اعتکاف محلّہ کی مسجد میں بیٹھ کر لیلۃ القدر کو پانے کی کوشش کریں۔ ساری رات اللہ کی عبادت میں گزاریں۔ اللہ ہمیں رمضان شریف کے فیوض برکات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین (**مرکز تعمیر ملت**)

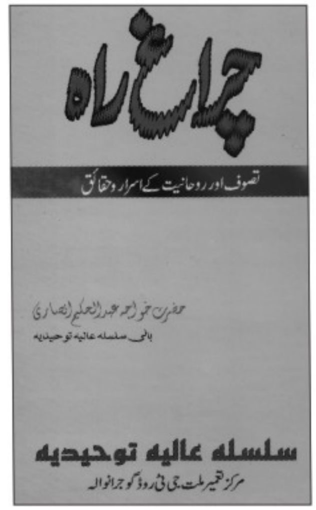
دعائے مغفرت

بابا جان قبلہ محمد یعقوب صاحب کی بھابھی، فتح پور سے بھائی طاہر مبارک علی کی بیٹی گکھڑ سے بھائی امتیاز صاحب کے چچا بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

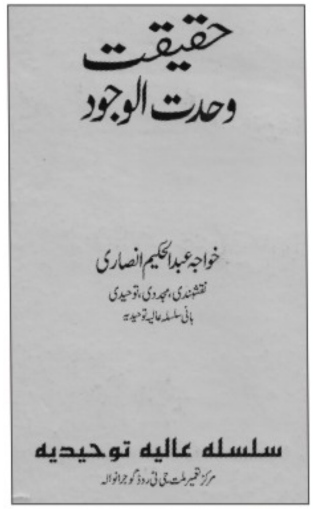
(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

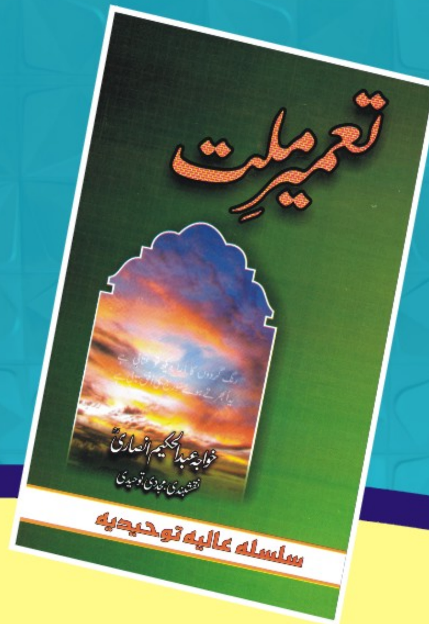


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

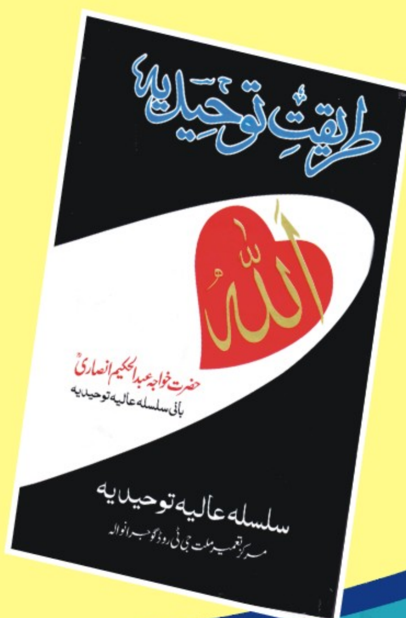


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com